بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولٰئک ھم المفلحون

اور ہو جاوے تم میں ایک گروہ جو نیکی کیطرف بلاوے اور بھلائی کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور ایسے لوگ ہی مفلح ہوتے ہیں

رسالہ تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر
صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

جلد (۱)
نمبر (۴)

فہرست مضامین

یکم - دسمبر ۱۹۰۶ء کو قادیان دار الامان سے باہتمام مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان شایع ہوا -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نہایت ہی ضروری

اطلاع

میں ان تمام ہمدردان رسالہ ہذا کو مبارکباد دیتا ہوں۔ جو اس رسالہ کے ساتھ دل سے محبت رکھتے ہیں اور اس رسالہ کی ترقی کے منتظر ہیں۔ کہ اس رسالہ کا پہلا سال اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے گذر چکا ہے۔ اور اس کی سالگرہ کے موقعہ پر انجمن تشحیذ الاذہان کا پہلا سالانہ جلسہ ۲۶ و ۲۷ دسمبر ۱۹۰۶؁ء کو ہوگا۔ جس کا اشتہار اور پروگرام آپ اس رسالہ کے صفحہ ۱۴۴ ـ ۱۲ پر پڑھینگے یہ رسالہ اپنا پہلا سال ختم کر کے دوسرے سال میں قدم رکھتا ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا ہمپر بڑا ہی فضل و احسان ہے۔ کہ ہم اسکو دوسرے سال کے شروع سے ماہواری کرنیکا اعلان کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمکو اسباب کی توفیق دے کہ ہم اسکو باقاعدہ چلا سکیں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم اس رسالہ کا پہلا ماہواری نمبر انشاء اللہ تعالیٰ ۱۰ جنوری ۱۹۰۷؁ء کو شایع ہوگا۔ پھر اسکے بعد ہر مہینہ کی دسویں تاریخ کو یہ رسالہ ماہوار شایع ہوا کریگا۔ یہ تجویز کی گئی ہے۔ کہ اس رسالہ کے جتنے موجودہ خریدار ہیں۔ سب کیخدمت میں جنوری ۱۹۰۷؁ء کا پرچہ بذریعہ وی پی بھیجکر ایک سال کی قیمت وصول کیجاوے۔ کیونکہ شروع شروع میں خرچ کی بہت تکالیف ہوتی ہیں۔ اسلئے ان صاحبان کیخدمت میں عرض ہے کہ جو اسکو ماہواری صورت میں خریدنا پسند نہ کریں کہ وہ جلد تر بذریعہ کارڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

چند سوالون کے جواب

وطن کے کالمون میں یہ خبر پڑھکر کہ ایک مسلمان گریجویٹ اپنی آبائی مذہب کو چھوڑنا چاہتے ہیں۔ سخت افسوس ہوا۔ اور حیرانی ہوئی۔ کہ کس بات پر ایسے سچے مذہب کو جس کے تمام اصولون کو کسی نہ کسی مخالف مذہب والون نے صحیح تسلیم کیا ہے۔ چھوڑ کر یہ کدہر جانا چاہتے ہیں۔ اِسلئے دل میں یہ جوش پیدا ہوا۔ کہ ایسے شخص سے خط وکتابت کرنی چاہیے۔ شائد کہ کچھ فائدہ حاصل ہو۔ چنانچہ اس خیال پر ایڈیٹر صاحب وطن سے پتہ دریافت کر کے میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ ہذا نے انکو خط لکھا۔ جسکے جواب میں انہون نے ایک خط لکھا ہے۔ اتفاقاً اسکے خط کے پہنچنے پر ایڈیٹر صاحب کا ارادہ ہوا۔ کہ لاہور میں جاکر آنکھونکا اپریشن کروائین۔ کیونکہ آپکی آنکھوںمین کوکرے .... ہیں۔ اسلئے ایڈیٹر صاحب وہ خط جناب مولوی سرور شاہ صاحب ایڈیٹر تعلیم الاسلام کو دے گئے۔ اب انکی بھی آنکھیں دکھنی شروع ہو گئی ہیں۔ لاہور میں ایڈیٹر صاحب کے پاس اصل خط موجود نہ تھا۔ مگر چونکہ طبیعت میں جوش تھا۔ اسلئے آنکھونکا اپریشن ہونے سے پہلے آپ نے مختصراً ان سوالات کا جواب لکھ بھیجا ہے۔ جو اسوقت آپکو یاد آئے۔ یہ جوابات گریجویٹ صاحب کو بھی بھیجے جاچکے ہیں۔ مگر چونکہ یہ مضمون بہت عمدہ معلوم ہوا۔ اسلئے اسکو رسالہ میں چھاپ دیا جاتا ہے تاکہ ناظرین بھی اس سے فائدہ اٹھاوین۔ والسلام منیجر

السلام علی من اتبع الہدیٰ

آپکے خط کا جواب بوجہ اسکے کہ میں لاہور آگیا - خود تو نہ دیسکا مگر اپنے ایک لائق دوست کو یہ کام سپرد کر آیا ہون امید ہے - کہ مع چند کتابونکے وہ جواب آپ کو جلدی پہنچ جائیگا مگر باوجود کم فرصتی کے اور آنکھونکی بیماری کے دلمین ایک جوش پیدا ہوا کہ بعض باتونکا جواب خود مین بھی لکھ بھیجون - شائد بار بار دہرانے سے کچھ فائدہ ہو جائے - چونکہ ہر ایک شخص کا نقطۂ خیال الگ ہوتا ہے - اور ہر ایک انسان کسی بات کے ثابت کرنے کے لئے اپنے خیال کے مطابق اسکے دلائل پیش کرتا ہے اسلئے اگر ایک بات ثابت کرنیوالے دو شخص ہون اور بعض باتیں ایک دوسرے سے الگ ہون - تو وہ قابل اعتراض نہیں - ہان اگر وہ آپس مین مخالف نہیں اسلئے امید ہے کہ اگر آپ میرے دلائل اور میرے دوست کے ثبوت کو کچھ مختلف پائیں مطلب مین نہیں بلکہ طرز مین تو کچھ نوٹس نہ لینگے - چونکہ میں آپکا خط چھوڑ آیا ہون اسلئے جو کچھ یاد ہے اسکے مطابق جواب تحریر کرتا ہون - آپ نے یہ اعتراض کیا ہے - کہ قرآن شریف پچھلی کتابونسے اخذ کیا ہوا ہے حالانکہ وید سب سے پرانی کتاب ہے - مگر آپ کو اس سوال کے کرتے ہوئے تاریخ کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے اور سوچنا چاہیے کہ قرآن شریف کا دنیا کے سامنے پیش کرنے والا کون شخص ہے - آیا وہ عالم فاضل اسوقت کا ایک بڑا پڑھا ہوا مولوی ہے - یا ملک عرب کا ایک امی - ایک پڑھے لکھے آدمی پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اسنے یہ یہ کتابیں پڑہیں اور انسے اخذ کرکے ایک کتاب بنا کر دنیا کے سامنے پیش کردی مگر عربونمیں سے ایک شخص پر یہ الزام لگانا - کہ وہ وید - توریت - انجیل - پران - بدھ مذہب کی کتابین ژند وستا وغیرہ زردشت کی کتابین چینیونکی کتابیں پڑھا ہوا تھا اور اسنے ان میں سے ایک کتاب بنائی اور پھر ایسے شخص پر جو کہ خود اپنی مادری زبان بھی نہ جانتا ہو کسقدر ظلم کی بات ہے - جو نہ لکھنا جانتا ہو - نہ پڑھنا آج تعلیم یافتہ زمانہ مین بھی جبکہ ہر زبان مین ہر قسم کی کتابوں کے تراجم پائے جاتے ہیں - شائد ایک گزرہ

آدمی کے پیچھے ایک آدمی ہو۔ کہ جس نے یہ تمام کتابین اور دوسرے مذاہب کی تمام کتابین پڑہی ہون۔ بلکہ آج ایسے دس آدمی ملنے بھی ناممکن ہیں۔ پہر یہ بات کہنی کیونکر آسان ہوسکتی ہے۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کتابون پر عبور کیا ہوا تہا۔ اور ان سے اخذ کرکے انہون نے یہ مسایل درج کئے۔ قرآن شریف سے یہ ثابت ہے۔ کہ ہر ایک ملک و قوم مین تاریکی کے زمانہ مین نبی آتے رہے ہیں۔ اور یہ کہ خدا تعالے کی بہت سی کتابین اس کتاب سے پہلے ایسی گزر چکی ہیں کہ جو زمانہ و مقام کیلئے مختص تہیں۔ مگر اب یہ کتاب تمام زمانوں کے لئے ہے اور اسمیں کسی مقام کی خصوصیت نہیں اور خدا تعالے نے فرمادیا کہ **الیوم اکملت لکم دینکم** یعنی آج کے دن دین تمپر تمام کمال اتار دیا گیا۔ اور اب کوئی دین ایسا نہیں آئیگا جو خدا کیطرف سے ہو اور جو قرآن شریف کو منسوخ کرے اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کسی اور کتاب نے یہ دعوی نہیں کیا۔ کہ میرے بعد کسی کتاب کی ضرورت نہیں اور یہ کہ میں ہر زمانے اور ہمیشہ کیلئے ہون اور مجھ مین تمام کمالات بہر دئے گئے ہیں۔ مگر قرآن شریف نے یہ دعوی کیا ہے اور تیرہ سو برس گزر گئے کوئی اور شخص ایسا نہیں اٹھا جو کہے کہ قرآن شریف آج سے منسوخ کیا جاتا ہے اور خدا تعالے نے یہ نئی کتاب مجھپر نازل فرمائی ہے۔ حالانکہ نبی کریم کے زمانہ سے پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ سیکڑون نہیں ہزارون ایسے مذہب پائے جاتے ہیں جن مین سے ہر ایک اپنی کتاب کو دوسرے کی کتاب سے افضل سمجھتا ہے۔ مگر آنحضرت کے بعد کسی نے اجتک دعوے نہیں کیا۔ توکیا یہ خدا تعالی کیطرف سے نشان نہیں جو کہ ہر ایک ایسے شخص کے لئے کافی ہے جو کچھ بھی چشم بصیرت رکھتا ہو۔ دنیا مین ہر زمانہ مین ایک نبی کا پیدا ہونا اور ایک نئے مذہب کا قائم ہونا ظاہر کرتا ہے کہ اس زمانہ مین ویسا ہی ہونا چاہئے۔ مگر پہلے نبیوں نے اپنے آپ کو خاتم النبیین نہیں ظاہر کیا اس لئے ان کے بعد کسی اور نبی کا آنا ضروری تہا۔ اگر ایک خاص ملک مین ایک وقت تک کوئی نبی نہ آیا تو کیا ہوا کل دنیا میں کہیں نہ کہیں آتے رہے۔ جیسا کہ ہند میں کرشن و رامچندر اور بدہ اسیطرح فارس میں زردشت اور اسکے بعد بعض لوگ اور پہر شام میں اور مصر میں اور عراق مین عجم میں عرب میں۔ جیسا نوح۔ ابراہیم۔ لوط۔ اسحق۔ اسمعیل۔ یوسف۔

صالحؑ۔ شعیبؑ۔ موسیٰؑ۔ ہارونؑ۔ عیسیٰؑ۔ اور آخر میں ہمارے نبی کریمؐ۔ اور دوسرے ممالک جنکا کچھ ہمکو علم نہیں۔ یورپ میں اصحاب کہف اور چین میں وہان کی مذہبی کتابون کے لانیوالے جن کے نامون سے ہم واقف نہیں۔ مگر جب نبی کریم نے رسالت کا دعویٰ کیا اور خاتم النبیین ہونے کا اقرار کیا اور بڑے زور سے اسبات کی منادی کی کہ قرآن شریف کے بعد کوئی کتاب خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آئیگی۔ جو اس کو منسوخ کرے۔ اور اس کی سچی تعلیم ہر زمانہ ہر مقام اور ہر حالت کے لئے موزون ہی۔ اور میری بعد کوئی نبی نہیں آئیگا جو میرے واسطہ کے بغیر خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرے۔ اور دنیا سے کامیابی کے ساتھ جائے۔ تو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کہیں بھی دنیا کے کسی حصہ مین بھی کسی شخص نے ایسا دعویٰ نہیں کیا کہ میں خدا کی طرف سے ایک کتاب لایا ہون جو قرآن شریف کو منسوخ کرتی ہے۔ پس دیکھو کہ یہ ایک بڑی بھاری پیشگوئی ہے جو پوری ہو رہی ہے اور ہر زمانہ ہر حالت میں اور ہر مقام کے لوگون پر ثابت کر رہی ہے۔ کہ قرآن شریف کی ہر بات پکی اور ہر دلیل زبردست ہے۔ امید ہے۔ کہ اگر آپ اسبات پر غور کرینگے۔ تو سمجھ لینگے۔ کہ قرآن شریف ہی ایک کتاب ہے۔ جو ہر زمانہ کے لئے کافی ہے۔ اور جس کی تعلیم پر چلنے کے بغیر انسان خدا تعالیٰ کو نہیں پا سکتا۔ اب یہ اعتراض کہ قرآن شریف مین ایسی باتیں ہیں جو دیگر کتابون سے اخذ کی گئی ہیں۔ لغو ٹھہرتا ہی۔ اور یہ اعتراض کرنا اُسپر واجب ہے جسپر خود یہ اعتراض نہ ہوتا ہو۔ اہل ہنود کا کوئی حق نہیں۔ کہ وہ یہ بات کہیں۔ کیونکہ تاریخ کے رو سے پارسیون کی کتابین وید کی نسبت پہلے کی ثابت ہوتی ہیں۔ بلکہ خیال ہے۔ کہ وید انہی کی ایک بگڑی ہوئی صورت ہی کیونکہ کئی ایسے مسائل ہیں جو ان سے ملتے ہیں اور کئی عبارتین وہی پائی جاتی ہین۔ اور دوسرے یہ کہ یہ لوگ بھی وہیں سے آئے ہیں۔ یعنی وسط ایشیا سے اور اہل فارس تو بالکل وسط ایشیا سے ملتے ہی ہیں۔ تیسری بات یہ ہے۔ کہ ویدون میں یہ بات صاف پائی جاتی ہے۔ کہ یہ اس وقت بنے ہیں۔ جب یہ لوگ وسط ایشیا کو چھوڑ کر ہندوستا

کو چلے ہیں - کیونکہ اس وقت ان لوگون کی حالت بہت ردی تھی - اور اسی لئے یہ اپنے
وطن کو چھوڑنے پر رضامند ہوئے اور دوسری جگہ جا بسے - ویدون میں ایسی دعائیں پائی
جاتی ہیں - کہ اے پرمیشور ہماری گائیں اور دھرم ہیں شیونکے گلون کو بڑہا - اور
ہمارے دشمنون کو تباہ کردے - ملک بدر کردے - اور یہ وہ وقت تھا جب یہ لوگ
ہندوستان سے یہان کے اصلی لوگون کو نکال رہے تھے اور وہ وقت ایک محدود
وقت ہے - جو سوا چار ہزار برس سے زیادہ نہین بنتا - اور یہ زمانہ حضرت نوح کے
زمانہ کے قریب ہے - اہل ہنود خواہ وید کو کتنا ہی قدیمی کہیں - مگر خود جو بات وید
سے اور تاریخ سے ثابت ہو اس کو ہم کہان تک نظر انداز کر سکتے ہیں - پھر ایک
دوسرا ثبوت اور ہے - جو وید کا زمانہ ہمکو بتاتا ہے - اور وہ منو کا دہرم شاستر
ہے - وہ ہمکو بتاتا ہے - کہ اس وقت تک ہندون میں کوئی سوشل قانون نہیں
تھی جنپر وہ زندگی بسر کرتے اور یہ بات مظہر ہے - کہ یہ مذہب منو کے ہی زمانہ میں
شروع ہوا ہے - اور اس کے دو وجوہات بڑے زبردست ہیں ایک تو یہ کہ
عرصہ دراز تک بغیر سوشل قانون کے ایک قوم جو فاتح ہو رہ نہیں سکتی - اور دوسرے
یہ کہ اس میں شودرون کی نسبت ایسے سخت قوانین ہیں جو ظاہر کرتے ہیں - کہ یہ
قریبًا وہی زمانہ تھا جب پرانی قومون کے ساتھ بڑی بڑی سخت اور لمبی لڑائیاں
لڑنیکے بعد اہل ہنود نے ان پر فتح پائی تھی - اور غصہ اور کینہ ان کے دلونمیں بھرا ہوا
تھا - جس کی جھلک منو کے شاستر میں بار بار پائی جاتی ہے - اور دوسرے برہمنون
کا اس قدر عروج بھی ظاہر کرتا ہے - کہ وہ وید کا قریب زمانہ تھا - کیونکہ شروع شروع
ہی میں - بانیان دین اور ان کے قدم بہ قدم چلنے والون کی بہت عزت ہوتی ہے
ورنہ ایک عرصہ دراز گزر جانیکے بعد کچھ امتداد زمانہ اور کچھ مذہبی پیشواون کی اپنی بد
اعمالیون کی وجہ سے قوم کے دلون سے ان کی عزت دور ہو جاتی ہے - جیسا کہ آجکل
مسلمانون اور عیسائیون اور ہندون میں سیدون اور سجادہ نشینوں پادریون راہبون
براہمنون اور سادہوں کی عزت کسطرح بھی وہ نہیں رہی جو پہلے تھی - پس یہ باتین

ل جلکر ظاہر کرتی ہیں - کہ منو کے زمانہ کے قریب قریب ہی وید کا زمانہ شروع ہوتا
ہے اور اگر بیسری منو کے دہرم شاستر والی پہلی دو ریلیون کو خفیف کرنیکے لیئے
کوئی ہندو یہ کہے کہ منو کے دہرم شاستر کی تو ضرورت صرف اس لیئے تھی
تاکہ وہ نقص جو پیدا ہو گئے ہیں - ان کو دور کیا جاوے - تو یہ اس کی سخت غلطی
ہوگی - اور وہ خود پھنس جائیگا - کیونکہ اس صورت میں ثابت ہوگا - کہ زمانہ نے ایک
پلٹا کھایا تھا - اور وید کی تعلیم ایک ناقص تعلیم رہگئی تھی - اس وقت منو کی عقل
کی ضرورت پڑی - کہ وہ خدائی کلام کے برخلاف اس زمانہ کے مطابق کچھ اصلاحین
کردے - اب ان پچھلی باتون سے جو نتیجہ نکلتا ہے - میں پیش کرتا ہون - ایک تو
ان سے یہ ثابت ہوتا ہے - کہ وید کے ماننے والے کو کوئی حق نہیں پہنچتا - کہ
وہ قرآن شریف پر اعتراض کرے - کہ اس میں اور کتابون سے کچھ اخذ کیا گیا
ہے - کیونکہ اس پر بھی یہی اعتراض پارسیون اور اہل چین سے ہوتا ہے - کیونکہ یہ
ثابت ہے - کہ چین کا عروج ہندوستان سے پہلے تھا - اس لیئے ان کا مذہب
ان سے پہلے ہو چکا ہے - اور پھر یہ کہ وید کا زمانہ حضرت نوح کے زمانہ کی برابر
بلکہ کم ہی ثابت ہوتا ہے - اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت نوح کے ایک بیٹے
یافث کی اولاد میں خصوصیت ہے - کہ وہ سر پر ایک بودی ضرور رکھتے ہیں خواہ
مصنوعی یا بالون کی جیسے ترک چینی جاپانی - اور یہ بات ہندون مین بھی پائی جاتی ہے
کہ وہ سر پر ایک بودی رکھتے ہیں - اور گو کہ یہ بات اب امتداد زمانہ سے ہٹی جاتی
ہے - مگر ابھی تک اس کا عام رواج ہے - اور تیسرے یہ بات ثابت ہوگئی ہے
کہ وید کی تعلیم کی اصلاح کی ضرورت پڑتی رہی ہے - اور فطرت نے لوگون کو مجبور
کیا - کہ وہ ایسی اصلاح کریں - جیسا کہ منو کے دہرم شاستر سے ثابت ہوتا
ہے - اور دوسرے شاستر دن سے - اور پھر بعض نبیون کے یہان پیدا
ہونے سے - جیسے کرشن - رامچندر - اور بدھ - پس وید کے ماننے والون
کو نہ تو یہ دعوی ہو سکتا ہے - کہ وید سب سے قدیمی کتاب ہے - اور اس میں

کسی مذہب کی کوئی بات نہیں ۔ اور نہ یہ کہ اسمیں کسی اصلاحکی ضرورت نہیں یہان
جملہ معترضہ کے طور پر یہ بات بھی میں کہنا چاہتا ہون ۔ کہ اہل ہنود وسط ایشیا سے
آے ۔ تو اس وقت کل ہندوستان پر ایک اور قوم حکمران تھی ۔ اور یہ بات ثابت شدہ
ہے ۔ کہ ہر ایک وحشی سے وحشی قوم بھی ایک مذہب رکھتی ہے ۔ جیسا کہ چوڑہون
تک سے ثابت ہوتا ہے ۔ کہ وہ ایک طاقت کو مانتے ہیں اور ایک نبی (بالا) یا
لال بیگ کو بھی تسلیم کرتے ہیں ۔ پس ثابت ہوتا ہے ۔ کہ ان وحشیون کا مذہب بھی
ہندؤن سے پہلے کا ہے ۔ اب میں نے اہل ہنود کا منہہ تو بند کر دیا ہے اور اب
یہ لوگ اپنے مذہب کو قدیمی نہیں ثابت کر سکتے ۔ اور نہ اسکی اصلاح سے منکر ہو سکتے
ہیں ۔ اور آریہ لوگ جو ان نبیون کو نہیں مانتے ۔ وہ بھی کوئی حق نہیں رکھتے ۔ کہ
میری بات کا انکار کریں ۔ کیونکہ وہ تو خود مانتے ہیں ۔ کہ یہ بت پرستی وغیرہ امتداد
زمانہ سے پیدا ہوئی ہے اور اسکی اصلاح کی بھی ضرورت انہون نے سمجھی ہے ۔ جس
کے لئے پنڈت دیانند اپنی عمر بھر کوشش کرتا رہا ہے ۔ اب میں یہ ثابت کرونگا
کہ آپ نے جس بات کو ایک اعتراض سمجھا تھا ۔ وہ درحقیقت ایک خوبی ہے ۔
(انشاء اللہ) آپنے فرمایا ہے ۔ کہ قرآن مین اور کتابون سے انتخاب ہے ۔ مگر یہ
غلط ہے ۔ کیونکہ نبی کریم امی تھے ۔ یعنی ان پڑھ اور ان پڑھ ایسا نہیں کر سکتا پھر
یہ کیا تھا ؟ اصل بات یہ ہے ۔ کہ قرآن شریف نے مانا ہے ۔ اور نبی کریم نے اپنے پیرون
کو اس بات کے ماننے کا حکم کیا ہے ۔ کہ ہر زمانہ میں خدا کیطرف سے ایک نبی ہوتا رہا ہے
اور نہ صرف ہر زمانہ میں بلکہ ہر قوم میں ۔ جیسا کہ قرآن شریف سے ظاہر ہے ۔
کہ متقی وہ ہوتا ہے ۔ جو نیک عمل کرے ۔ نماز پڑہے ۔ زکواۃ دے ۔ خدا پر ایمان
لائے ۔ قیامت پر ایمان لائے ۔ اور والذین یومنون بما انزل الیک
وما انزل من قبلک ۔ کی صفت رکھتا ہو ۔ یعنی متقی کا یہ بھی فرض ہے ۔ کہ وہ
جو کچھ تجھپر اتارا گیا ہے (نبی کریم پر) اس پر بھی ایمان لائے ۔ اور اس پر بھی جو تجھسے
پہلے اتارا گیا ہے ۔ اور قرآن شریف میں یہ ثابت ہے ۔ کہ اس وقت تمام دنیا

اندھیرے میں اور تاریکی میں پھنسی ہوئی تھی -- اور یہی سبب تھا۔ آنحضرت کی بعثت کا چونکہ مذہبی کتابوں میں بہت کچھ دست برد ہو چکی تھی۔ اس لئے ضروری تھا۔ کہ پچھلی کتابوں میں جو کچھ سچائی تھی۔ وہ قرآن شریف اپنے اندر رکھتا۔ تاکہ وہ محفوظ رہے۔ اور اگر وہ سچائی قرآن شریف میں نہ ہوتی۔ تو گویا کہ وہ ایک حصہ میں نامکمل کتاب رہتی۔ حالانکہ اس کا دعویٰ ہے۔ کہ میں ایک مکمل کتاب ہوں۔ پس یہ ضروری نہیں۔ بلکہ قرآن شریف کا فرض تھا۔ کہ وہ اُن باتوں کو جو سچائی پر مبنی تھیں۔ اپنے اندر رکھتا اور یہ اعتراض کہ قرآن شریف میں بہت سے قصے لوگوں کی توجہ کھینچنے کے لئے بہت سی لچر کتابوں میں سے لیکر بھر دئیے گئے ہیں۔ لغو ہی نہیں بلکہ معترض کے لئے قابل شرم بھی ہے۔ کیونکہ جب نبی کریم کل نبیوں کی نیکی اور کمالات کا مجموعہ ہیں۔ تو ضروری تھا کہ ان کے بعض حالات ان پر بھی وارد ہوں۔ جیسا کہ موسیٰؑ کا قصہ بیان کرنے سے یہ مطلب ہے۔ کہ نبی کریم پر بھی یہ حالات وارد ہونگے اور جس طرح موسیٰ بحر میں سے سلامت نکل گیا۔ اور باوجود اسکے کہ فرعون کی فوج پاس پہنچ گئی تھی اسکو خدا نے سلامت رکھا۔ اور فرعون بحر میں غرق ہوا اسی طرح اس نبی کے ساتھ بھی ایک ایسا واقعہ پیش آئیگا۔ اور تم لوگ جو اسکے پیچھے لگو گے ناکام رہو گے اور ایسا ہی ہوا۔ کیونکہ آپ کو عربی لغات میں دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ بحر نہ سمندر ہی کو کہتے ہیں۔ بلکہ ایک بڑے وسیع میدان کو بھی کہتے ہیں۔ اور آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ کسطرح لوگوں کی مخالفتوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ سے اذن پاکر نبی کریم ایک رات کو مکہ سے مدینہ کو روانہ ہوئے اور لوگوں نے انکا پیچھا بھی کیا۔ مگر سر پر پہنچ کر بھی وہ ناکام رہے۔ اور آخر دوسرے سال فرعون کی طرح بدر کے مقام پر بہت ذلت اور نامرادی کے ساتھ تباہ اور برباد ہوئے۔ اور خدا تعالیٰ نے اپنے بندہ کو موسیٰؑ کیطرح بامراد کیا۔ اور فتح و نصرت سے گھر لایا۔ اسیطرح حضرت یوسفؑ کا قصہ ہے۔ کہ اس میں ان کے بھائیوں کے ظلم اور ان کو کوئیں میں ڈالدینے اور پھر دوبارہ ملنے کا ذکر ہے۔ اور اس وقت حضرت یوسفؑ کا اپنے بھائیوں

کی خطاؤنپر نظر نہ کرنا۔ اور سب کو بخشدینا۔ یہ سب معاملہ تھا۔ جو نبی کریم سے گزرنا تھا۔ اسلئے خدا تعالیٰ نے اسکو قرآن شریف میں بیان فرمایا۔ اور ہوا بھی۔ اسی طرح جیسا کہ ظاہر ہے۔ کہ مکہ کے لوگوں نے جو آنحضرت کی برادری تھے ان پر سخت سخت ظلم کئے۔ اور جس وقت وہانسے ہجرت کی تو حضرت یوسف ع کیطرح ان لوگوں کی وجہ سے جو نبی کریم کے درپے آزار تھے۔ آنحضرت کو غار میں رہنا پڑا جس طرح یوسف کو چاہ میں۔ پھر دیکھو خدا تعالیٰ اپنے بندہ کو کس طرح مدد دیتا ہے۔ وہ رات کو بھاگنے والا شخص یوسف کیطرح اپنے بھائیوں پر زبردست ہوا۔ اور آخرکار اسنے یوسف کی طرح ان کو بخشدیا۔ اور فرمایا۔ لاتثریب علیکم الیوم۔ اسی وجہ سے توکل کفار مکہ مسلمان ہو گئے۔ کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ اس شخص نے اس وقت جب کہ یہ بالکل ہی کمزور اور اکیلا تھا۔ یہ پیشگوئی کی تھی کہ میں یوسف کی طرح تمپر غالب ہو جاؤنگا۔ اور اسی طرح تمسے سلوک کرونگا ورنہ ان لوگوں کی جانیں تو محفوظ تھیں۔ اب ایک تیسرے قصہ کو بھی میں بطور نمونہ کے یہاں پیش کرتا ہوں۔ اور وہ اصحاب کہف کا قصہ ہے۔ اسپر دونوں اعتراض آتے ہیں۔ ایک تو یہ۔ کہ کسی عیسائی کی کتاب میں مندرج ہے۔ اور دوسرے یہ کہ قصہ ہے مگر یہ اعتراض بھی کم فہمی کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ وہاں اگر ہے۔ تو ایک قصہ ہے اور قرآن شریف میں اس کی نسبت بہت بڑی پیشگوئی ہے۔ اور یہ کہ اصحاب کہف یعنی کیپ کے رہنے والے۔ کیپ ایک جگہ ہے۔ جہاں سب سے پہلے گرجا بنا ہے اور یہ جگہ انگلستان کی کارنوالس کونٹی میں ہے۔ وہاں گئے ہیں اور وہ مدت تک آرام کرنیکے بعد کہینگے۔ کہ آؤ کچھ کام کریں۔ اور پھر تجارت کی کمپنیاں بنائینگے۔ اور ان کی نشانی یہ ہے۔ کہ ان کی تجارت کی چیزوںپر کچھ نہ کچھ لکھا ہوا ہوگا۔ جیسا کہ آجکل انگریزوں کی چیزوںپر ہوتا ہے۔ جو پہلے نہیں ہوا کرتا تھا۔ پھر یہ ان کی ساتھ کتا ہوگا۔ اور یہ بھی بات صاف ہے۔ اسکے بعد ہے کہ ان کی کوٹھیاں اونچے پہاڑوںپر ہونگی اور جو کوئی انمیں جائیگا اسپر ایک ہیبت چھا جائیگی اور یہی حالت اس وقت ان

لوگون کی ہے۔ اور اسباب کی تاریخ گواہی دیتی ہے۔ کہ انگلستان مین پہلا گرجہ کیپ میں ہی بنا تھا۔ اور یہ بات کہ اسباب کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی کہ ایسا ہوگا یہ ہے کہ یہ لوگ دجال ہونگے (ان میں سے وہ گروہ جو پادری ہے) ان سے اور ان کے عقیدہ سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ آنحضرت نے فرمایا ہے۔ کہ سورہ کہف پڑھا کرو۔ تاکہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہو۔ اب ان دلائل سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ قرآن شریف قصہ نہیں بیان کرتا۔ بلکہ ان کی تہ میں پیشگوئیاں ہیں۔ اور خود ہی قصے جنپر مخالف اعتراض کرتے ہیں قرآن شریف کی سچائی کے ایک زبردست موید ہیں۔ اور یہ کہ قرآن شریف نے جو دوسری کتابون کی باتین بیان کی ہیں۔ وہ اسلیئے ہیں۔ کہ وہ خدا کی کتاب ہے اور چونکہ آخری اور مکمل کتاب ہے۔ اسمیں علاوہ نئے مسائل کے پہلی باتین بھی ہونی چاہیئے تھین اب اگر کوئی چشم بصیرت رکھتا ہے۔ تو وہ سوچے کہ آیا قرآن شریف پر اور اسکے بانی پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے۔ کہ انہون نے چوری کی۔ بلکہ ہر انسان ذرہ سے غور کرنے پر بھی سمجھ لیگا۔ کہ قرآن شریف کے ہر ایک لفظ میں معرفت اور ہدایت بھری ہوئی ہے۔ اور وہ قصہ جو یہ بیان کرتا ہے۔ معمولی قصہ نہیں بلکہ ہر ایک اپنے اندر ایک بڑی پیشگوئی شامل رکھتا ہے ایک سوال تو آپ کا ختم ہوا۔ دوسرا یہ ہے۔ کہ نبیون کے آنیکی ضرورت کیا تھی۔ سو بات یہ ہے۔ کہ مدت تک جو دنیا میں ترقی ہوتی چلی گئی ہے۔ اسکی وجہ سے احکام بھی تبدیل ہوتے گئے۔ چونکہ پہلے زمانون میں جہالت بہت تھی اسی لئے انہیں کے مطابق احکام بھی صادر ہوتے تھے۔ اور جب زمانہ ایک گونہ ترقی کرجاتا تھا۔ اور پچھلی کتاب میں لوگ تحریف و تبدیل کردیتے تھے۔ اسوقت خدا تعالی ایک اور نبی کو مقرر کردیتا تھا۔ اور چونکہ ہر قوم کے حالات الگ الگ ہوتے ہیں۔ اور اس وقت تو بہت ہی الگ الگ ہوتے تھے۔ کیونکہ میل ملاپ آپس میں اس قدر ہو نہیں سکتا تھا۔ اس لئے ہر قوم میں الگ پیغمبر آتے تھے۔ کوئی ہنود میں۔ کوئی شامیون میں۔ کوئی عربون میں۔ کوئی فارسیون میں وغیرہ وغیرہ۔ پس ان کی تعلیم مختص زمان و مکان ہوتی تھی۔ مگر جب کہ خدا تعالی تمام قومون کو ملانے لگا تھا۔ اور اس کی ارادہ

میں تھا۔ کہ دنیا بلحاظ ایک بہت بڑی ترقی کرے۔ اس نے اپنا ایک رسول بھیجا اور کل علوم دینیہ اس کو بخشے۔ اور دین کو کامل کر دیا۔ پس آپ دیکھ سکتے ہیں کیا اس دینی ترقی کے بموجب دنیاوی ترقی نہیں ہوئی؟ نبی کریم کے بعد سے لیکر جو اس زمانہ تک دنیاوی ترقی کے سامان مہیا کئے گئے ہیں۔ کیا پہلے پانچ چھ ہزار سال کی تحقیقات اور کوشش اسکی برابری کر سکتی ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اور یہ اسلئے ہوا کہ اب خدا تعالےٰ کا ارادہ تھا۔ کہ جیسا انسان کو دینی طور سے کامل کیا ہے۔ دنیاوی طور سے بھی کامل کر دوں۔ مگر یاد رہے۔ کہ اس سے الہام اور وحی کا دروازہ بند نہیں ہو سکتا ہے۔ ... نئے اصول اور قوانین نہیں بن سکتے۔ مگر الہام اور وحی کسی خاص بندہ کو ہو سکتے ہیں۔ اور یہ اس لئے ہے۔ تاکہ ہر زمانہ کے لوگوں کے پاس ایک زندہ نمونہ موجود رہے جسکی طرف دیکھکر وہ یقین کر سکیں۔ کہ بے شک وحی اور الہام بھی کوئی چیز ہوتا ہے۔ اور دیکھا جاتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی عورتوں کو بھی بکثرت رویا آتے رہے ہیں۔ اور سچے ہوتے رہے ہیں۔ پس ان لوگوں کا یقین خدا کی ذاتکی نسبت زیادہ پکا ہو سکتا ہے۔ یا ان لوگوں کا جو خیال کرتے ہیں کہ ایک زمانہ تھا جب خدا کی زبان تھی۔ مگر اب وہ نہیں ہے۔ میں تو حیران ہوں کہ یہ کیا عقیدہ ہے۔ کیا اگر خدا سنتا ہے۔ تو وہ بولتا نہیں انسانوں میں تو ہم خیال کر سکتے ہیں۔ کہ ایک وقت ایک شخص کے زبان تھی۔ مگر اب نہیں کسی حادثہ کی وجہ سے کٹ گئی یا طاعون وغیرہ کی بیماری سے بند ہو گئی۔ مگر کیا ہندوؤں کے خدا کو بھی طاعون وغیرہ بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔ یا نادانی سے چاقو اس نے منہ میں مار لیا۔ کیا کھانا کھاتے وقت زبان دانتوں میں آگئی۔ کچھ سمجھ نہیں آتی۔ کہ اس بیچارہ کو کیا واقعہ پیش آیا۔ ایک صورت اور بھی تھی۔ مگر وہ بھی انسانوں سے تعلق رکھتی ہے۔ یعنی ہندوؤں کی طرح کسی دیوی دیوتا کو زبان بھینٹ چڑھا دی۔ مگر ان سب صورتوں میں خدا کی زبان ایک محسوس چیز ہو جاتی ہے۔ اور اگر بھینٹ چڑھائی ہے۔ تو ضرور یہ پرمیشور بھی کسی اور خدا کی پرستش کرتا ہے پس چاہیئے۔ کہ اس خدا کی تحقیقات کیجائے شاید وہ بولتا ہو۔ غرض کہ یہ ایک

نہایت لچر اور فضول بات ہے ۔ اگر وہ اس وقت بولتا تھا ۔ تو اب بھی اسکو لازم ہے
کہ وہ بولے ۔ کیونکہ اسکی کوئی صفت معطل نہیں ہوسکتی ۔ اگر ہوسکتی ہے ۔ تو معطل
کرنیوالا بھی چاہیئے ہاں اگر یہ مان لیا جاوے ۔ کہ خدا کی صفت معطل ہوسکتی ہے ۔
تو ایک ایسی طاقت کو بھی ماننا پڑیگا جو خدا کی صفات کو معطل کرسکے ۔ مگر جب ایسا
نہیں ۔ تو معلوم ہوا ۔ کہ خدا بولتا ہے ۔ مگر یہ لوگ یعنی اہل ہنود اسکے اس انعام سے
بے بہرہ ہیں ۔ اور وہ کسی ایسے شخص سے بولتا ہے ۔ جس سے وہ راضی ہے
پس اسکی تعلیم بھی اور ہر زمانہ و ہر مقام کے لئے ہے ۔ اور ہر ایک ذی ہوش کو
چاہیئے ۔ کہ اسکی پیروی کرے ۔ ورنہ اسکا پالا ایک ایسے خدا سے پڑیگا ۔ کہ
یا تو وہ یہودیوں کے ہاتھ مار کھا چکا ہوگا ۔ یا گونگا اور بہرہ ایک گوشۂ تنہائی میں
بیٹھا ہوا ہوگا ۔ ایک ہندو کہہ سکتا ہے ۔ کہ جب اسنے اپنی تعلیم پوری کردی پھر اسکو
کیا ضرورت ہے ۔ جو وہ بولے اب تو وہ اپنا کام پورا کر چکا ۔ مگر اسکو میں ثابت کر
چکا ہوں ۔ کہ وید میں اصلاح کی ضرورت پڑی ہے ۔ اور یہ کہ وہ کئی کتابوں کے بعد
دنیا کے سامنے پیش کیا گیا ہے ۔ پس یہ اسکا عذر بجا نہیں ہوسکتا ۔ کیونکہ
وہ کتنوں ہی سے بول چکا ہے ۔ اور تعلیم بھی ابھی پوری نہیں ہوئی ۔ اور اگر بفرض
محال یہ مان بھی لیا جاوے ۔ کہ اسکی تعلیم پوری ہوگئی ۔ تو پھر بھی یہ ضروری نہیں
کہ وہ کسی سے بولے ہی نہیں ۔ اور اپنی ایک صفت کو معطل کردے ۔ کیونکہ شریعت
ہی پوری ہوچکی ہے ۔ یا کچھ اور بھی ! یہ ہوسکتا ہے ۔ کہ وہ اپنے کسی بندے سے
خوش ہوکر اس سے کلام کرے ۔ تاکہ اسکو اسکی ذات کا اور بھی یقین ہوجائے
کیونکہ یقین تین قسم کا ہوتا ہے ۔ علم الیقین ۔ عین الیقین اور حق الیقین ۔ علم الیقین
وہ جیسا کہ ایک شخص دور سے دھواں نکلتا ہوا دیکھے اور یقین کرے کہ آگ جل رہی
ہے ۔ اور دوسرا وہ کہ ایک شخص اسکو دیکھ لے اور یقین کرے کہ آگ جل رہی
ہے ۔ اور تیسرا وہ جو اسمیں ہاتھ ڈالکر دیکھے ۔ پس ان میں سے کسکو زیادہ پختہ
یقین ہوگا ۔ اس شخص کا جسکو اس میں ہاتھ ڈالنے کا اتفاق ہوا ہے یا ان دوسرے

شخص کا جو کہ دور سے دھوآں نکلتا ہوا دیکھتا ہے .... یقیناً اس شخص کا
جس پر بیتی ہے ۔ پس اسی طرح وید کے خدا کا یقین تو علم الیقین سے بھی کم ہے ۔
کیونکہ ان شخصوں کا بھی نام معلوم نہیں جن پر یہ نازل ہوا ۔ وہ رشی تو معلوم نہیں کون
تھے ۔ آجکل کے بیچارے نادان ہندو خواہ مخواہ ویدوں کو اٹھائے پھرتے
ہیں ۔ حالانکہ وہ یہ بھی نہیں جانتے ۔ کہ الہام ہونا کیا چیز ہے ۔ اور یہ کیوں صرف
نادانی ہے ۔ ان کے خدا کو چاہئے تھا ۔ کہ اب جبکہ اتنی مدت گزر گئی ہے ۔ کسی
کو الہام سے مستفیذ کر دیتا ۔ اور خصوصاً اسلئے جبکہ تناسخ کا لایعنی چکر لگا رکھا ہے
کیونکہ ایک بیچارہ نے پہلی جون میں بہت عمدہ افعال کئے ہیں ۔ تو جب وہ ایک دوسری
جون میں آتا ہے ۔ اسوقت ہی اطلاع کر دیا کرے ۔ کہ فلان فلان کام نہ کیجیو صرف
فلان گناہ کی وجہ سے تو اس جون میں آیا ۔ ورنہ پرکاش کی سیر کرتا ہوتا ۔ اور
وہ بیچارہ ایک سخت چکر سے بچ جائے ۔ مگر نہیں ہندوؤں کے خدا کو تو صرف دل آزاری
کے سوا اور کوئی کام نہیں ۔ اسکا کام تو یہ ہے ۔ کہ ایک دنیا چکر میں رہے ۔ اور
وہ خالی نہ بیٹھنے پائے ۔ خواہ ظلم ہو ۔ یا انصاف اسکو اتنی سمجھ نہیں آتی ۔ کہ جب روحون
سے اسنے کنارہ کشی کرلی تو اکیا تھا ۔ کہ ان جونین بھگتانے کے کام سے بھی فارغ
ہو بیٹھتا ۔ مگر کوئی ایسا . خدا ہو تو بات ہے ۔ وہ ہے ہی نہیں ۔ تو ایسا کرے
کون ۔ خدا صرف ایک ہے ۔ اور وہ صرف اسلام کا خدا ہے ۔ اور اسنے اپنے ثبوت
کے لئے الہام کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا رکھا ہے ۔ تاکہ ہر وقت اور ہر ملک
میں اُسکا نام روشن رہے ۔ اور اسکے بندے گمراہ ہونے بچیں ۔ جب آپ میرے
دلائل دیکھینگے اور انصاف پسندی سے غور کرینگے ۔ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلام کا
خدا ہی ایک سچا خدا ۔ اور خدائی کے لائق ہے ۔ ورنہ اور کُل مذاہب کے خدا کسی نہ کسی
صفت سے محروم ہیں ۔ مگر اسلام کا خدا کل نیک صفات سے متصف ہے ۔ اور یہ
قرآن شریف ایک پاک اور الہی کتاب ہے ۔ اور نبی کریم خدا کے فرستادہ اور خاتم النبیین
ہیں ۔ اب ایک آپ کا سوال یہ ہے ۔ کہ اسلام زبردستی پھیلایا گیا ہے ۔ کچھ تو تلوار

کے زور سے اور کچھ حور و قصور کے دلچسپ مرقع سے۔ مگر یہ خیال بالکل غلط ہے تلوار سے اسلئے نہیں کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ لا اکراہ فی الدین۔ پس جس دین کے اصول یہ ہوں۔ کہ قطعاً جبر و اکراہ سے دین مت پھیلاؤ۔ وہ اس اعتراض کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ اور جبکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اس کافر قوم کے کسی آدمی کے قتل کرنے پر جو تم سے صلح رکھتی ہے۔ یا تم کو آزار نہیں دیتی تمہارے لئے سخت سزا ہے۔ پس اس صورت میں کب ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہو۔ پھر جہاد کا مسئلہ ہی ظاہر کر سکتا ہے۔ کہ اسلام نے اسبارہ میں کسقدر احتیاط رکھی ہے۔ حکم ہے کہ جہاد اس قوم سے چاہئے جو تم پر ظلم کرتی ہو اور جو تمہارے مذہب میں دخل دیتی ہو۔ اور چاہتی ہو کہ تم کو زبردستی تمہارے مذہب سے برگشتہ کرے۔ ان صورتوں میں ممکن ہی نہیں۔ کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہو۔ بلکہ ممکن ہے۔ اور قرین قیاس ہے۔ کہ ہندو مذہب سختی سے پھیلایا گیا ہے۔ کیونکہ اسمیں شودرون کے لئے وہ سختی روا رکھی گئی ہے کہ الامان الامان حالانکہ اسلام غلامون کے لئے بھی وہ قواعد مقرر کرتا ہے۔ جو قریباً آقا کیلئے ہیں۔ اسکا حکم ہے۔ کہ وہ کھانا غلامون کو دو۔ جو خود کھاتے ہو جو کپڑا پہنتے ہو۔ وہ انکو پہناؤ۔ اور سختی سے کلام تک نہ کرو۔ اور اسکے برخلاف ہندو مذہب رعایا تک سے ایسا سلوک جائز سمجھتا ہے۔ پس یہ جبراً پھیلا ہے۔ یا وہ۔ خود سوچکر دیکھو۔ جو کچھ انصاف آپ کو سکھاتا ہے۔ اسکے مطابق فیصلہ کرو۔ اور دوسرے یہ بات حور و قصور والی یہ جو آپ نے پیش کی ہے۔ اسکا جواب یہ ہے۔ کہ اسلام نے انسان کی پیدائش کا اصل سبب یہ نہیں بتایا بلکہ یہ ان انعامون میں سے ایک انعام ہے۔ جو خدا تعالیٰ اپنے ان بندونپر کریگا جو اسکے احکام پر چلتے ہیں۔ پس کیا یہ بڑی بات ہے۔ کہ وہان انکے نکاح بھی ہونگے۔ کیا اس دنیا میں بیاہ کا مسئلہ کسی مذہب کی کمزوری کی دلیل ہو سکتی ہے۔ جب نہیں تو اس اگلی دنیا میں اگر بیاہ کئے جائیں۔ تو اس میں کون حرج

متصور ہوتا ہے؟ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ جب یہ دنیا بھی اسی خدا کی بنائی ہوئی ہے
اور وہ بھی تو کیوں اس میں شادی ایک عمدہ اور قابل تقلید کام ہو۔ اور اس میں
ایک لچر اور لغو۔ اور اگر کسی مذہب میں اس دنیا کی زندگی کا یہی یک مآل ہو تو
بے شک اس صورت میں کہہ سکتے ہیں کہ اس کا الہیات سے کیا تعلق ہے۔ مگر
جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کے انوار و برکات سے مستفیض ہونا اور اسکی خوشی
سے خوشی حاصل کرنا اسلام نے اس زندگی کا مآل رکھا ہے۔ تو کیوں بیفائدہ
... حور و قصور کا ذکر چھیڑا جائے۔ یہ تو ان انعاموں میں سے ہے۔ جو خدا تعا
اپنے بندوں پر خوش ہو کر کریگا۔ ہندوؤں عیسائیوں اور بدھ مذہب والوں
نے بھی کچھ انعامات مقرر کئے ہیں۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ انہوں نے بھی
لالچ دیا۔ مگر نہیں اسکو لالچ نہیں کہہ سکتے۔ جیسا کہ میں ثابت کر چکا ہوں اور میں
حضرت میرزا صاحب کے الفاظ میں وہ سچی خوشحالی بتاتا ہوں۔ درحقیقت جس
کے لئے اسلام ہمکو رہنمائی کرتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ درحقیقت سچے مذہب
کی یہی نشانی ہے۔ کہ وہ اس خوشحالی تک پہنچاوے۔ سو ہم قرآن شریف کی
ہدایت سے اس دقیق در دقیق نکتہ تک پہنچے ہیں۔ کہ وہ ابدی خوشحالی خدا تعالےٰ
کی صحیح معرفت اور پھر اس یگانہ و پاک اور کامل اور ذاتی محبت اور کامل ایمان میں ہے
جو دل میں عاشقانہ بیقراری کرتی ہے" یہی مطلب ہے جسکے حاصل کرنیکے لئے ایک
مسلمان کو دن رات کوشش کرنی چاہیے۔ کیونکہ سچی خوشحالی درحقیقت خدا تعالےٰ
کے عشق میں ہے۔ پس کیا خدا تعالیٰ کی محبت اور مہربانی کے جویاں ہونا اور
ہر طرح سے اسکو خوش کرنے کے اسباب ڈھونڈنا ایک بری بات ہے
نہیں بالکل نہیں! اور پھر قرآن شریف ہمکو وہی راہ دکھاتا ہے۔ کہ جس سے انسان
خدا تعالیٰ تک پہنچ جائے۔ اور ایسا قریب ہو جائے۔ گویا کہ اسکے ساتھ لگ
گیا ہے! اور جو کام خدا کی مرضی کے مطابق ہو۔ وہ کرے خواہ وہ اسکے اپنی
مرضی کے برخلاف ہی کیوں نہ ہو اور اس کام کو ترک کر دے۔ جس سے خدا نے

پیدا کنندۂ زمین و آسمان ناراض ہو۔ خواہ وہ اسکو بطور خود پسند ہی کیون نہ کرتا ہو۔
پھر قرآن شریف ہمکو اسس درجہ تک لیجاتا ہے۔ جہانتک انسان کی اپنی تمام خواہشین
مٹ جاتی ہیں۔ ور خدا کی مرضی اور انسان کی مرضی ایک ہی ہو جاتی ہے۔ اور انسان
کے دلمین خدا کے کاموںسے خلاف پایا ہی نہیں جاتا۔ بلکہ جو کچھ کہ خدا کرتا ہے۔ اس
وقت انسان اسکو عین اپنی مرضی کے موافق ہی سمجھتا ہے۔ یہانتک کہ ایک درجہ آتا ہے کہ خدا تعالی اپنے بندہ کو فرماتا ہے کہ انت
منی وانا منک انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی اور اس قسم کا ایک بندہ اسوقت بھی ہم مین موجود ہے جسکو
خدا تعالی نے مندرجہ بالا ارشاد فرمایا ہے۔ پس کیا خوش قسمت ہے۔ وہ
انسان جس کے ساتھ خدا تعالی جو ہر چیز کا پیدا کنندہ ہے۔ اور جو ہر بات پر قادر ہے
اسطرح کلام کرے۔ کیونکہ کسی ایسی شئے کی دوستی جو بڑی محبت کرنیوالی ہو۔
اور جو اس بات پر بھی قادر ہو۔ کہ اپنے دوست کو بدلا دے۔ اور ایسا اجر دے
جس سے وہ خوش ہو جاوے۔ زیادہ قابل قدر ہے۔ یا اسکی جو دوست ہو
مگر بدلا نہ دے سکے۔ پس دیکھو کہ قرآن شریف ہمکو اس ذات پاک سے ملاتا ہے
جو نہ صرف ایک محبت کرنیوالے کی قدر ہی کرتی ہے۔ بلکہ اسکو بدلا بھی دیتی
ہے۔ اور وہ ذات پاک اللہ جلشانہ کی ہے۔ اور وید اور دوسرے کتابیں ہم کو
ایک پھر اور لغو خدا کیطرف بلاتی ہیں۔ جو ہمکو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ بلکہ ضرر
پہنچانے پر قادر ہے۔ پس وہ کیا خدا ہے۔ جو اسطرح ظلم کرے اور ظلم پر کمر باندھ
لے۔ اور کسی مظلوم کا ذرہ بھر بھی خیال نہ کرے۔ اور ایسا خدا ہمکو کیا نجات دے
سکتا ہے۔ جبکہ وہ خود خوش نہیں ہر وقت اسکو مکر اور دغا کی فکر رہتی ہے۔ تا
کہ ایسا نہ ہو۔ کہ کوئی شخص ابدی نجات پا جائے۔ اور ہمیشہ کے لئے میرے ہاتھوں
سے نکل جائے۔ وہ اپنے جیسی قدیم اور ہمیشہ رہنے والی۔ ایک چیز دیکھتا ہے
جسکے مٹانے اور پیدا کرنے پر قادر نہیں۔ ایسا خدا ہمکو کب خوش کر سکتا
ہے۔ اور ہمارے لئے کیا خوشی کے اسباب پیدا کر سکتا ہے۔ وہ نہ ہم کو
مٹا سکتا ہے۔ اور نہ مادہ کو پیدا کر سکتا ہے۔ پس اسکا بھر کیا مدہر اور وہ ہمکو کیا دینا چاہتا ہے

ابدی نجات تو وہ ہم کو دے ہی نہیں سکتا۔ ہان اگر اسکے ماتحت آجائیں۔ تو
تناسخ کے پھیر مین لانیکے لئے۔ ہر وقت تیار ہے۔ پس ہم اس سے کس طرح
خوش ہون۔ اور وہ ہم سے کسطرح بیفکر رہ سکے۔ بات یہ ہے۔ کہ صرف قرآن
شریف ہی ہمکو وہ علم و معرفت بخشتا ہے۔ جس سے ہم تسلی پا سکتے ہیں۔ وہ ہم کو ایک
قادر خدا سے ملاتا ہے۔ جو ہمارے کاموںکا بدلا دے سکتا ہے۔ جو ہمارے نیک
ہونے پر ہم سے خوش ہوتا ہے۔ اور ہم سے پیار کرتا ہے۔ اور ہم کو وہ پاک
عشق عطا کرتا ہے۔ جس سے ہم نور ہی نور ہو جاتے ہیں۔ اب ایک آپ کا سوال
سزا و جزا کے متعلق ہے۔ مین نہیں سمجھتا۔ کہ آپ کو اس مین کیا مشکل پیش آتی ہے
جزا وہ نیک بدلا ہے۔ جو خدا تعالی اپنے بندونکو انکے کسی نیک کام کی وجہ سے دیتا
ہے۔ اور سزا وہ تنبیہ ہے۔ جو خدا تعالی اپنے بندونمیں سے ان کو جو شرارت کرتے
اور شریعت کی حد سے گذر جاتے ہیں۔ کرتا ہے۔ اللہ تعالے کے بعض صفات
اسی جزا و سزا کے متعلق ہیں۔ مثلاً۔ رحمن۔ رحیم اور یہ کہ وہ شدید العقاب ہے
پس رحمن تو وہ صفت ہے۔ جسکی وجہ سے خدا تعالے اپنے بندونکو بلا۔ ان کے
کسی کام کے کچھ نعمتیں عطا کرتا ہے۔ مثلاً عناصر اربعہ۔ اور بعض انسانی قوتین عقل
فہم فراست اور اور دیگر کھانے۔ پینے۔ پہننے کی چیزین وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ وہ
نعمتیں ہیں۔ جو کہ ہر ایک انسان کو ملتی ہے۔ اور اب اسکے بعد اگر وہ نیک کام
کرے۔ تو اسکو نیک جزا ملتی ہے۔ اور اگر برے کام کرے۔ تو اسکو اسکی سزا بھگتنی
پڑتی ہے۔ مگر اب دو قسم کا انعام اور دو قسم کی سزا ہوتی ہے۔ ایک وہ کام ہوتے ہیں
جنکا انعام یہان بھی ملتا ہے۔ اور وہان بھی۔ اور ایک وہ جنکا انعام اگلے جہان
مین ہی ملتا ہے۔ اور یہ ضروری بات ہے۔ قرآن شریف سے بھی ثابت
ہوتا ہے کہ جو لوگ نیک کام کرین۔ اور خدا کو خوش رکھین اور اسکی محبت کے
جویان ہون۔ اگرچہ کچھ ابتلا مین وہ ڈالے جاتے ہیں مگر دنیا پر ان کا استقلال
اور ہمت اور حق جوئی ثابت کرینگے بعد خدا تعالے انپر مہربان ہوتا ہے۔

کہ خواہ ایک جہان ان کے مقابل ہو۔ پھر بھی انکو فاتح اور دشمنون کو ذلیل وخوار کرتا ہے۔ مگر وہ شخص جو برے ... کامونمیں پھنس جاتے ہیں۔ اور ایک وقت تک جو انکو بطور ڈھیل یا مہلت کے ملتا ہے۔ ہر طرح کی بدیون میں مبتلا رہتے ہین۔ ایسے شخص کی خدا تعالیٰ ایک بال برابر بھی پرواہ نہیں کرتا۔ اور ان باتونسے یہ نہ سمجھنا چاہیے۔ کہ خدا تعالیٰ انسان کو بدی کی تحریک کرتا ہے۔ نعوذ باللہ ایسا ہرگز نہیں بلکہ خدا تعالےٰ بار بار انسان کو اسباب کا موقعہ دیتا ہے۔ کہ وہ سمجھ جائے اور شرارتونسے باز آئے۔ اور جسوقت انسان اس دنیا میں آتا ہے اسوقت سے اسکو کچھ قوتین دی جاتی ہیں۔ کہ جنکے استعمال کرنیکی طاقت انکو بخشی جاتی ہے اور یہ اسکی اپنی کوشش پر منحصر ہے۔ کہ نیکی حاصل کرے۔ یا بدی۔ بے شک نیکی کرنا خدا کے فضل پر منحصر ہے۔ جو اسکی طرف ایک قدم آتا ہے۔ خدا اُسکی طرف دو قدم بڑھتا ہے پس بدی کرنا اور نیکی سے محروم رہنا۔ اس میں انسان کا سراسر اپنا قصور ہے۔ نہ کہ خدا کا ظلم خدا ظالم نہیں ہے۔ بلکہ مہربان ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے تو یہانتک آسانی رکھی ہے۔ کہ ہمیشہ اپنے پاک بندے لوگونکی طرف ہدایت کے لئے مبعوث کرتا رہتا ہے۔ تاکہ لوگ ہدایت پائیں مگر بہت سے ہدایت پاتے ہیں۔ اور بہت سے پھر جاتے ہیں۔ اور شرارتونمیں اور بھی بڑھ جاتے ہیں جیسا کہ آجکل جبکہ خدا کیطرف سے ایک بہت ہی بڑا مصلح لوگونکی ہدایت کے لئے مامور ہوکر آیا ہے۔ اور کچھ لوگ تو اسکو اپنی آنکھون کا نور اور دلکا سرور سمجھکر خوش آمدید کہتے ہیں اور بعض شریر اپنی شرارتون میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ ایسے لوگونکو چن چن کر تباہ کر رہا ہے۔ جیسا کہ اسکی سنت ہے۔ اور طاعون اور زلزلہ اور دیگر طرح طرح کے عذاب ان مخالفین پر جو اسکے مقابل میں آتے ہیں۔ ان پر نازل ہو رہے ہیں۔ پس اسلام کے خدا پر یہ الزام نہیں لگ سکتا۔ کہ وہ ظالم ہے یا ترس ... ہے۔ بلکہ وہ بڑا ہی مہربان ہے۔ اور رحیم خدا ہے۔ جو کچھ تکلیف یا رنج انسان برداشت کرتا ہے۔ وہ سب اسکے اپنے اعمال کی وجہ سے ہوتا ہے

بلکہ خدا تعالی نے تیہانتک نرمی رکھی ہے۔ کہ جب . . . ایک مدت تک عذاب دوزخ بھگت کر انسان بہت تکلیف برداشت کر چکیگا۔ تو اسکو پھر وہان سے نکالکر جنت کی کھلی ہواؤنمیں چھوڑ دیا جائیگا۔ جہانکہ اسپر پھر خدا تعالی کے احسان شروع ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ انسان ایک کمزور مخلوق ہے۔ خدا تعالے کی صفت رحمانیت اسکے غضب پر غالب آجاتی ہے۔ اور وہ اسکو ہمیشہ کیلئے بخشدیتا ہے۔

اب ایک آخری اعتراض انسانی تمدن پر رہگیا ہے۔ مین افسوس کرتا ہون کہ آپنے یہ اعتراض کس نیت سے کیا ہے۔ جب مخالف سے مخالف انسان اسلام پر اعتراض کرنے بیٹھتا ہے۔ تو وہ یہ اعتراض کبھی نہیں کرتا۔ بلکہ خواہ اسلام پر اور کتنے ہی اعتراض کیون نہ کرین۔ یہ بات مخالف لوگ بھی مانتے ہیں کہ بے شک اسلام پر تمدنی لحاظ سے کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ بلکہ ابھی کچھ دن ہوئے اسلام کے سخت مخالف مرتد دہرم پال نے اپنے رسالہ میں اسبات کا اقرار کیا ہے۔ کہ خواہ آریہ سماج دشمن پر حملہ کرنے مین کیسی ہی زبردست ہو۔ مگر اسکی سوشل طاقت میں بہت کچھ نقص پایا جاتا ہے۔ اور برخلاف اسکے مسلمانون میں یہ بات نہیں ہے۔ اور وہ اس خطرہ کو ظاہر کرکے آریہ سماج کو جگاتا ہے۔ . . . کہ جاگو اور ہمت کرو۔ تاکہ ایسا نہو۔ کہ تم تباہ ہو جاؤ۔ گو دہرم پال کا یہ لکھنا بہت سی خود غرضیون پر مبنی ہے۔ لیکن پھر بھی وہ اسلام کا ایک دشمن ہے۔ اور دشمن بھی سخت پھر ایسے شخص کے منہ سے نکلی ہوئی بات کیون قابل قدر نہ ہو۔ درحقیقت اسلام نے انسانی زندگی کے لئے وہ قواعد مقرر کئے ہیں۔ کہ مخالف سے مخالف بھی عش عش کر اُٹھا ہے۔ اسلام نے نہ صرف ان باتونسے ہی اپنے پیروؤنکو منع کیا ہے۔ جو کہ سچائی اور بے شرمی پیدا کرنیوالی ہیں۔ بلکہ آپس کے تعلقات کی نسبت بھی قواعد مقرر کئے ہین جن سے بنی نوع انسان مین محبت واخلاص ترقی کرے۔ اور سب ملکر بھائیون کی طرح زندگی بسر کرین۔ سب سے زیادہ تعلق ایک انسان کا اپنے اہل

عمر میں اپنے ماں باپ سے ہوتا ہے - اسکے لئے اسلام نے جس خوبی اور وضاحت سے بچونکو اور ماں باپ کو احکام دئے ہیں - ہر ایک ذی ہوش انسان اسکو سمجھکر مسرور ہو سکتا ہے - ادہر تو بچونکو تاکید کی ہے - کہ ہر طرح اپنے ماں باپ کی فرمانبرداری کرو - اور جسطرح ممکن ہو انکو خوش رکھنے کی کوشش کرو - یہانتک کہ جس بات میں ماں باپ ناراض ہوں - خواہ اس کی کسقدر ہی خواہش کیوں نہ ہو - اسکو ترک کرو - اور جب ایکے ماں باپ ناراض ہوں اس بچے سے خدا بھی ناراض ہوتا ہے - اور دوسری طرف ماں باپ کو حکم دیا ہے - کہ اپنے بچوں کی عزت کرو - اور ان کی پرورش دل لگا کر کرو انکو علم سے محروم نہ رکھو - ان کے کھانے پینے اور پہننے کا سامان کرو - نیک کاموں کی ترغیب دو - اور برے کاموں سے روکو - بری صحبتوں میں بیٹھنے نہ دو - اور ان کے سامنے کوئی ایسی بات منہ سے مت نکالو جس سے ان کے اخلاق پر اور طبیعت پر کوئی برا اثر پڑے - اور پھر یہ کہ ان کی شادی کرو - اور اس کے بعد انکو الگ مکان دو کیونکہ ایک جگہ رہنے سے فساد کا اندیشہ ہے - جب وہ بالغ ہوں ان کو نماز روزہ کے احکام پر عمل کرنے کی تاکید کرو - اور جب انسان بڑا ہوتا ہے - اور خود اپنا برا بھلا سمجھنے لگتا ہے اسوقت اسکو ارشاد ہے - کہ بدنظری مت کرو - شراب سے پرہیز کرو - چوری چکاری کے پاس تک نہ جاؤ - جھوٹ مت بولو - جس سے وعدہ کرو - اسکو پورا کرو - تکبر مت کرو - بخل مت کرو - آپس میں لڑو جھگڑو نہیں - فساد مت کرو - اس کے بجائے خدا کے آگے عجز و نیاز کرو - چھوٹوں سے محبت اور بڑونکا ادب کرو - چونکہ خدا نے تم کو طاقت دی ہے - کمزوروں کی خدمت کرو - اور دین کے پھیلانیکی سعی کرو - بنی نوع سے ہمدردی کرو - اور علم سیکھو - خواہ کہیں حاصل ہو - اور اس کے بعد انسان پر وہ زمانہ آتا ہے - جب اسکی شادی ہوتی ہے - اور چونکہ جوانی کا جوش اس کے دل میں موجزن ہوتا ہے - اسلئے اسکے لئے ایسے احکام مقرر کئے ہیں - جن سے وہ سب برائیوں سے بچ جائے - اور میاں بیوی کے دلمیں محبت جڑ پکڑ جائے - اور اسوقت انکو حکم کیا جاتا ہے - کہ تم آپس میں محبت اور پیار سے رہو - اور ایک دوسرے کو

مدد دو۔ ایک دوسرے کے ہمدم وغمگسار بنو۔ دوئی کا خیال تک نہ آئے۔
مرد کو چاہئے۔ کہ عورت کے کل خرچ کا ذمہ وار ہو۔ اسکے کپڑے کا کھانے کا اور
اُسکے پہننے کا سب بندوبست کرے۔ اور دیگر کل ضروری چیزیں اسکے لئے مہیا کرے
بیمار ہو۔ تو تیمارداری کرے۔ اور اسکے بغیر کسی کیطرف نظر اُٹھاکر نہ دیکھے اسکے
سامنے اُونچی آواز سے نہ بولے غصہ نہ ہو۔ مارے نہیں۔ اگر کوئی خطا سرزد
ہو۔ تو درگزر کرے۔ ہاں اگر بیحیائی کا کام کرے۔ اس کے لئے بھی قانون مقرر
کئے ہیں۔ پھر بیوی کو حکم ہے۔ کہ خدا تعالے کے اور اُسکے رسول کے بعد خاوند
کی اطاعت کرے۔ ہر وقت اُسکی خوش رہنے کا خیال رکھے۔ اور اُسکے حکم کی تعمیل
کرے۔ دوسرے مردونکو نہ دیکھے۔ اپنے خاوند سے محبت کرے۔ اور اُسکیلئے
سنگھار کرے۔ اپنے اولاد کی تربیت اچھی طرح کرے۔ تمام خانگی اُمور اسطرح سرانجام دے۔ کہ خاوند کو کوئی تکلیف نہ اُٹھانی پڑے۔ یہ وہ احکام ہیں۔ جو میاں بیوی
کے لئے ہوئے۔ پھر انسان بوڑھا ہوتا ہے۔ عمر میں پختگی اور طبیعت میں کمزوری
پیدا ہو جاتی ہے۔ ذرہ ذرہ سی بات پر بُرا مناتا ہے۔ اُسوقت کے لئے موزون
قواعد بنائے ہیں۔ اُسوقت چونکہ فارغ ہوتا ہے۔ اسکے لئے ہے۔ کہ کوئی شخص
چغلی نہ کھائے۔ ایک دوسرے کو حقیر نہ سمجھے۔ بلکہ جو لوگ غلط راہ چل رہے ہیں
اُنکو ہدایت کرے۔ اور دوسرونکو بُرا نہ کہے۔ تمام بنی نوع ایک ہی ہیں۔ اسلئے چاہئے
کہ کوئی کسی کو ذلیل نہ سمجھے۔ پھر انسان کو حکم کیا ہے۔ سود نہ دے اور نہ لے
کیونکہ اس سے بنی نوع انسان کو نقصان پہنچتا ہے۔ دہوکہ نہ دے۔ کیونکہ شرافت
سے گرا ہوا کام ہے۔ ایسی بات مت کہہ۔ کہ جو سننے والیکو بُری معلوم ہو۔ فساد
مت ڈالو۔ کیونکہ فساد قتل سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ تہمت مت لگاؤ۔ کیونکہ یہ
خدا کو اور بندونکو دونونکو ناپسند ہے۔ زکوٰۃ دو۔ اور صدقہ اور خیرات کرو۔ تاکہ غربا
کو فائدہ ہو۔ اور تمہارے لئے بہتری کا موجب ہو۔ تجارت کے لئے قوانین مقرر ہیں
کہ جو حساب کرو۔ اسکو لکھہ رکھو۔ اور دو گواہ بنالو۔ میزان میں کمی مت کرو۔

تجارت میں دہوکا مت دو۔ تا بیچارے نادان لوگونکو نقصان نہو غرض کہ جو پہلو ہے۔
اسلام نے اسپر روشنی ڈالی ہے۔ اور ہر طرح انسان کے لئے مکمل قواعد بنائے ہیں
جس سے انسان کو اسکی اس چند روزہ زندگی میں کوئی تکلیف برداشت نکرنی پڑے اور
وہ اس زندگی کو اسطرح گزارے جس سے خدا خوش اور بندے راضی ہوں۔ تو کیا ایسے قوانین جن
سے خدا خوش ہو۔ اور بندے بھی راضی ہوں۔ آپ کے نزدیک قابل قدر نہیں ہیں۔ اور
اگر نہیں تو ہونے چاہئے۔ اب میں وید کی تعلیم پر آپکی توجہ کو کچھ دیر کے لئے پھرانا چاہتا
ہوں۔ چونکہ وقت کم ہے۔ اور گنجایش بھی اتنی نہیں۔ کہ اس مضمون پر وسیع نظر ڈالی جائے
صرف چند اعتراض میں کافی سمجھتا ہوں۔ اور وہ یہ ہیں کہ وید سے ثابت ہوتا ہی یا کم سے
کم آریہ لوگ مانتے ہیں۔ کہ خدا نے مادہ کو پیدا نہیں کیا۔ بلکہ وہ دونوں یعنی خدا اور مادہ
قدیم سے چلے آتے ہیں۔ اب یہ کیا ہی لغو بات ہے؟ جب خدا نے مادہ کو پیدا نہیں کیا تو اس
کا کیا حق ہے۔ کہ اسپر حکومت کرے۔ آخر کوئی وجہ بھی۔ کیا پیدا کرنیوالے سے مول
لے لیا۔ یا کیا کیا۔ اور وہ اسکی ماہیت سے کسطرح واقف ہو سکتا ہے جب نہ تو
اسکو پیدا کر سکتا ہے۔ اور نہ مٹا سکتا ہے۔

پھر نیوگ کا مسئلہ جو وید میں واقعہ ہوا ہے۔ انسانی فطرت کے ایسا
برخلاف واقع ہوا ہے۔ کہ جسکی حد نہیں۔ کیا ایک شریف آدمی کی عزت قبول کر
سکتی ہے کہ ایک غیر مرد کو اپنی بیوی کی صحبت کے لئے لاوے۔ اور ساتھ ہی اسکی
خوب خاطر تواضع بھی کرے۔ تاکہ خوب قوی ہوکر۔ اس کیلئے اولاد پیدا کرے۔

پھر مردہ جلانیکے لئے جو قواعد ہیں۔ وہ کیسے بے تکے ہیں۔ اور ایسے لغو کہ جسکی
کوئی حد نہیں اسقدر روغن زرد ہو۔ اور اتنی کستوری اور اتنی صندل کی لکڑی۔ کیا غریب
انسان اسطرح مردہ جلا سکتے ہیں۔ یا جو غریب ہوتے ہیں وہ ہندو نہیں ہوتے

پھر سناتن دہرم والونکا مسئلہ کہ کوئی شخص انمیں داخل ہی نہیں ہو سکتا۔
کسقدر بودا ہے۔ اور ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ خود اپنے مذہب میں کمزوری دیکھتے ہیں
اور جانتے ہیں۔ کہ اگر لوگ اسکی تحقیق و تدقیق کی طرف مائل ہونگے۔ تو نہ صرف

وہ بھی اس مذہب سے بدظن ہونگے۔ بلکہ پہلے ہی نکلنا شروع ہو جاوینگے۔ اور یہ عقیدہ ہی کیسا بودہ ہے۔ کیا خدا انکا کوئی رشتہ دار لگتا ہے۔ کہ سوائے انکے کوئی ہدایت کی راہ نہیں پا سکتا۔ خواہ کوئی انکے مذہب میں داخل ہونا چاہے بھی۔

پھر تناسخ کا مسئلہ کیا عجیب ہے۔ کہ ایک آدمی کبھی کتا بن جاتا ہے۔ اور کبھی سوئر اور کبھی اُلو کبھی گدہا۔ اور اس بیچارہ کو بتایا تک نہیں جاتا۔ کہ اسنے کیا گناہ کیا ہے۔ تاکہ وہ اس سے آئندہ کے لئے بچے اور پھر یہ کیسی لغو بات ہے۔ کہ خدا سب گناہونکی جونین بھگتوا کر ایک گنہ پھر بھی رکھ چھوڑتا ہے۔ تاکہ پھر اسکو اسی چکر میں دوبارہ لاوے۔

میں نے یہ سوالات اسلئے نہیں لکھے۔ کہ آپ انکا جواب لکھیں۔ بلکہ صرف اسلئے۔ تاکہ خدا سے اپنے گناہونکی معافی مانگیں۔ اور توبہ استغفار کریں۔ کیونکہ وہ خدا بڑا رحیم وکریم خدا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت کریگا۔ اب میں مضمونکو ختم کرتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں۔ کہ آپ اسکو تین دفعہ پڑھینگے اور امید ہے۔ کہ میری اس درخواست کو قبول کرینگے۔ میں دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا آپ کو توفیق دے۔ اور ابتلا سے بچائے۔ مہربانی سے اسکو تین دفعہ پڑھکر اسکے جواب باصواب مجھکو اطلاع دین۔

راقمہ خاکسار محمود احمد

نظم

دلستاں سے دل لگانا چاہیئے = غیر سے دل کو ہٹانا چاہیئے

یک نظر سوئے فلک کن یک نظر سوئے زمین — باز در آئینۂ انصاف روئے یار بین

آسمان چندین نشان از بہر تصدیقم نمود — ہم زمین الوقت مے گوید بفریاد و انین

صد ہزاران فتنہ ہا ہر سو سرے برداشتہ — مے وزد ہر طرف باسمناک دسہگین

سید پاکان محمد آنکہ محبوب خداست — خود ہمی دانی چہ گوید در جنابش ہر لعین

نوٹ۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظم ہے۔ جو پہلے کبھی شایع نہیں ہوئی ہے

یادداشت متفرق

جگر ماہی کے کباب جو بہشت میں کھائے جائینگے۔ اسمیں حکمت یہ ہے کہ مچھلی ایک ایسا جانور ہے۔ جو خطرناک پانی میں رہتا ہے۔ اور شدائد کی طرف اقدام کرنا جگر کیطرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اسلئے اسکانام کبد ہے۔ کیونکہ سختیون کے مکابدہ یعنی برداشت صحت جگر پر موقوف ہے۔ جسکا جگر صحیح نہ ہے۔ اسکو ادنیٰ ادنیٰ حرکت میں دم چڑھ جاتا ہے۔ پس وہ سختیون کو برداشت نہیں کر سکتے۔ پس کبد کا نام اسلئے کبد ہے۔ کہ سخت کام کرنا۔ اسکی صحت پر موقوف ہے۔ کیونکہ مکابدت سختی کشی کو کہتے ہیں۔ سو جگر مچھلی اُسکے کھانے میں۔ سر یہ ہے۔ کہ وہ لوگ جو بہشت کے لایق ٹھہرینگے۔ وہ ایسے ہونگے جنہون نے دریا شریعت اور معرفت کی صعوبتونکو خوش دلی کے ساتھ طے کیا ہوگا۔ اور اپنے جگر سے نہایت قوی کام کئے ہونگے۔ سو چونکہ وہ مچھلی کی طرح شدائد کے دریا میں تیرتے رہے۔ اور جگر سے سخت کام کئے۔ اسلئے مچھلی کے کباب ان نواردون کے روزہ کشائی کے لئے موزون ہوئے ✦

نوٹ ۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر جو پہلے کبھی شایع نہیں ہوئی اس میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ حدیث شریف میں ہے۔ کہ بہشت میں مچھلی دیجائیگی اس میں کیا سر ہے۔

ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ تشحیذ الاذہان کا پہلا

سال ختم ہوتا ہے

مجھے اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کہ کسی رسالہ یا اخبار کے مہتمم کو مصائب کے کیسے کیسے دشوار جنگلوں میں سے گزرنا پڑتا ہے خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ اس رسالہ کی بالکل ابتدائی حالت ہوتی ہے۔ اگرچہ اکثر لوگ اس سے واقف ہیں۔ مگر مین اپنے بزرگوں سے یہ سوال ضرور کرونگا۔ کہ آیا انہوں نے ایسے وقت میں ہماری بات کو سنا۔ اور کبھی بھی غور کیا۔ کہ ہم کیا کہتے ہیں۔ انکے سوائے خاموشی کے اور جواب نہ پڑیگا۔ کیونکہ اب تک انہوں نے اس کی مدد کے لئے کوئی لمبی چوڑی کوشش نہیں کی۔

اس لئے میں آپ کو پہلے تشحیذ الاذہان سے انٹروڈیوس کرواتا ہوں۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ میں آپ کو کیا کہنا چاہتا ہون اور کس بارہ میں کہتا ہوں۔

دسمبر ۱۹۰۵ء کے آخر میں میرے مکرم و محترم جناب میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب فرزند ارجمند حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریک پر ایک انجمن قائم ہوئی۔ جس کا نام حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انجمن تشحیذ الاذہان رکھا۔ یہ انجمن سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نوجوانوں کے لئے بنائی گئی۔ تاکہ نوجوان اپنی تحریر اور تقریر کو اس کے ذریعہ صاف کر سکیں۔ تقریر و دن کو تو

...ان کے لئے تو رسالہ نکالا گیا ہے

اس طرح کہ اس انجمن کے جلسون میں لیکچر دیا کرین - جو اپنی تحریر ونکو صاف کرنا چاہتے ہیں حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام نے اس رسالہ کا نام تشحیذ الاذہان رکھا ہے یہ رسالہ ۱۹۰۶ سنہ ۶ء میں سہ ماہی رسالہ رہا ہے - اور یہ اس رسالہ کا چوتھا نمبر ہے - جسکے لئے مین اس وقت یہ مضمون لکھ رہا ہون - مجھے اس رسالہ کی بار بار تعریف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے - جو صاحب دیکھنا چاہیں - وہ اس رسالہ کا نمبر ۲ ملاخطہ فرمائیں جس میں کہ نہ صرف اس سلسلہ کے مؤید ہیں بلکہ مخالفین کی رائیں بھی درج کی گئی ہیں جنہون نے اس رسالہ کو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے - سب سے زبردست رائے وہ ہے - جو نیر اعظم مرادآباد نے لکھی ہے - وہ لکھتا ہے - کہ وہ بلا مبالغہ اسلامی رسالون میں ریویو آف ریلیجنز کے بعد اس کا شمار ہونا چاہئے " میں یہ نہیں کہتا - کہ یہ جو کچھ .. قبولیت ہوئی ہے - یہ ہماری کوششونکا نتیجہ ہے - بلکہ یہ محض خدا تعالی کا فضل ہے کہ اسنے ہماری ادنی اسی خدمت کو ایسی قبولیت کا شرف بخشا ہے - کہ اس کو نہ صرف جماعت احمدیہ نے بلکہ مخالفین نے بھی عزت کی نگاہ سے دیکھا ہے - میں ایک مخالف کی مندرجہ بالا رائے سنا کر تمام جماعت احمدیہ کو مبارکباد دیتا ہون - کہ اللہ تعالے نے ان کو ایسا ایمان بخشا ہے - کہ اس ایمان والے جوش کے لکھے ہوئے مضمون ہی ایسے ہوتے ہیں - کہ دنیا ان کو عزت کی نظر سے دیکھتی ہے - چنانچہ اوپر کی رائے اسبات کا کافی ثبوت ہے - کہ باوجودیکہ دنیا میں بے شمار اسلامی رسائل ہیں مگر انمین سے اول اور دوم نمبر پر اس جماعت کے رسائل کو ہی رکھا گیا ہے -

پھر اے میرے بزرگو! کیا وجہ کہ آپ ہماری بات کو سننے تک بھی نہیں ہو - کیا آپ کا فرض نہیں ہے - کہ نیند کو چھوڑ دو - اب بہت سو چکے ہو کیا ابھی وقت آئیگا - کہ تمہیں جگانیوالا پیدا ہو گا - خدا تعالی نے اپنا پیارا مسیح تم مین بھیجا - تاکہ تم کو جگائے - اے جوانو! ہمت کرو - وقت ہے - پھر یہ وقت ہاتھ نہ آئیگا - بعض لوگون کا خیال ہے - کہ رسائل سے قوم پر بوجھ پڑتا ہے - مگر میں تمہیں سچ سچ کہتا ہون - کہ تم اسوقت تک بے دست و پا ہو - جب تک

تم میں بیشمار رسائل و اخبار نہ ہوں

اے میرے بھائیو - اٹھو ہمت کرو - اور اگر تم میں طاقت نہیں - کہ نئے اخبار و رسائل نکالو - تو ان کی مدد کرو - جو اس تکلیف کے اٹھانے کے لئے تیار ہوتے ہیں - جہاں تک ہمارا خیال تھا - قوم نے ہماری طرف توجہ نہیں کی - اور نہ ہی اس رسالہ کی ضرورت کو محسوس کیا ہے - حالانکہ یہ رسالہ ایک ایسا کام کر رہا ہے - جو دنیا بھر میں کوئی رسالہ نہیں کر سکتا - وہ یہ کہ حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کے وہ کلمات طیبات جو آپ گھر میں، وعظ کے طور پر بیان فرماتے ہیں - وقتاً فوقتاً پہونچاتا ہے - لوگوں کو - یہ وہ کام ہے - جو کم از کم اس وقت کی کوئی اخبار یا رسالہ نہیں کر سکا - بعض لوگ خیال کرتے ہیں - کہ ایسے مضامین تو دیگر اخبار والے بھی نقل کر ہی دیتے ہیں - اس کی کیا ضرورت ہے - میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں - کہ جو اس رسالہ کے خریدار ہونگے وہ ان معارف کو جلد تر مطالعہ میں لا سکینگے - بہ نسبت ان کے جو دیگر اخبارات میں ان مضامین کو پڑھتے ہیں - پھر یہی نہیں - یہ التزام کیا گیا ہے - کہ حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کے نوٹوں میں سے جو کبھی شایع نہیں ہوئے - کچھ نہ کچھ بیان کیا جائے - چنانچہ سابقہ نمبر میں حضور علیہ السلام کی ایک نظم اور ایک چھوٹا سا لطیفہ جس میں آپنے یہ بیان فرمایا ہے کہ بہشت میں مچھلی کیوں خوراک کے طور پر استعمال ہوگی،، درج کیا گیا ہے - پھر میں آپ سے یہ دریافت کرتا ہوں - کہ آپ نے کیوں میری آواز کیطرف توجہ نہیں کی - کیا آپ کا فرض نہ تھا - کہ ہماری مدد کرتے -

اے میرے بھائیو - اور نہیں تو رسالہ کے لئے خریدار ہی مہیا کرو - خاتمہ پر میں ان تمام احباب کا خاص طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں - جنہوں ایسے وقت میں ہماری مدد کی مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر کا جنکو اس رسالہ سے ایک خاص محبت ہے - جسکی وجہ غالباً یہی ہے - کہ اس کو ان کے محبوب کے فرزند کے پیارے پیارے ہاتھ ایڈٹ کرتے ہیں - پھر منشی حبیب الرحمن صاحب رئیس حاجی پور

اور سیٹھ عبدالرحمن صاحب کا جنہون نے ہمارے رسالہ کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خطوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ مہیا کیا ہے۔ بابو اقبال علی غنی صاحب طالب علم میڈیکل سکول آگرہ اور میان عبداللہ صاحب ساکن پیر کوٹ ثانی اور منشی امام علی خان صاحب ملازم ریاست پٹیالہ بھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کہ انہون نے خریدار بہم پہنچائے ہیں۔ جہانتک انسے ہوسکا ہماری مدد کی۔

والسلام

منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان

۲۲ نومبر ۱۹۰۶ء

اشتہار سالانہ جلسہ انجمن تشحیذ الاذہان

انجمن تشحیذ الاذہان جو کہ ۱۹۰۶ء کے شروع مین بمشورہ حضرت مسیح موعود بدین غرض قائم کیگئی ہے۔ کہ نوجوانان سلسلہ احمدیہ تقریر و تحریر مین ملکہ حاصل کریں۔ اور اس قابل ہون۔ کہ دشمنان اہل اسلام اور مخالفین سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اعتراضات کا بوقت ضرورت اچھی طرح سے دندان شکن جواب دے سکیں۔ اس انجمن کا پہلا سالانہ جلسہ (سالانہ جلسہ اسلئے خاص کیا گیا ہے۔ کہ مذکورہ بالا غرض کے پیدا کرنے کے لئے اس انجمن کے وقتاً فوقتاً جلسے ہوا کرینگے۔) تعطیلات دسمبر مین بتاریخ ۲۶ و ۲۷ دسمبر ۱۹۰۶ء مسجد اقصےٰ مین منعقد ہوگا۔ اور اس جلسہ مین علاوہ ممبران انجمن ہذا کے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے۔ کہ بیرونجات کی احمدی نوجوانون کی کمیٹیون کی طرف سے ڈیلیگیٹس بھی آئینگے۔ اور یہ اشتہار بدین غرض شائع کیا جاتا ہے۔

کہ اگر احمدی نوجوانوں کی ایسی کمیٹیاں ہوں - جن کے اغراض مندرجہ بالا اغراض سے مطابقت رکھتے ہوں - اور وہ کمیٹیاں ہمارے علم میں نہ ہوں - تو ان کو چاہئے کہ مہربانی فرما کر جلسہ ہذا کے لئے اپنی طرف سے ڈیلیگیٹس مقرر فرمائیں - اور ان کی اطلاع ۱۵ دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء تک سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان کو کردیں - اور ایسے ڈیلیگیٹس کے لئے ضروری ہوگا - کہ ۲۵ / دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء تک پہونچ جائیں -

اور دوسرے یہ اشتہار اس غرض سے شائع کیا جاتا ہے - کہ تمام ممبران سلسلہ عالیہ احمدیہ جو اس وقت قادیان میں موجود ہوں - اس جلسہ میں تشریف لائیں اور مجلس ہذا کو ممنون احسان بنائیں - اس جلسہ کا انعقاد تعطیلات دسمبر میں اس لئے مقرر کیا گیا ہے - کہ اس وقت تمام بیرونجات سے بہت سے احمدی احباب قادیان میں تشریف لائے ہیں -

پروگرام جلسہ ہذا - (منظور کردہ سب کمیٹی جلسہ)

۲۶ / دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء (جلسہ* برائے استقبال ڈیلیگیٹس)

" بوقت صبح ۷½ بجے سے ۹½ تک

اس جلسہ کے پریذیڈنٹ و سکرٹری وہی ہونگے جو انجمن ہذا کے پریذیڈنٹ اور سکرٹری ہیں

نمبر	نام لیکچرار	مضمون	وقت	کیفیت
۱	میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب پریذیڈنٹ	ہمارے اغراض اور وہ کیونکہ پوری ہوتے چاہئیں	۷½ بجے سے ۸¼ بجے تک	
۲	عبدالرحیم سکرٹری	شکریہ محسنین	۸¼ " ۸½ "	
۳	ڈیلیگیٹس	مختلف تقاریر	۸½ " ۹¼ "	
۴	پریذیڈنٹ	آخری تقریر	۹¼ " ۹½ "	

*نوٹ - اس جلسہ میں بھی کل احمدی احباب بخوشی تشریف لا سکتے ہیں

۲۷ دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء

اس جلسہ کے پریذیڈنٹ مولانا مولوی نور الدین صاحب ہونگے۔ اور سکرٹری
انجمن ہذا کا سکرٹری ہوگا۔

جلسہ اول بوقت صبح ۸ بجے سے ۱۱ بجے تک

نمبر	نام	مضمون	وقت	کیفیت
۱	حضرت مولوی نور الدین صاحب	انجمن کی اغراض کے متعلق کوئی تقریر	۸ بجے سے ۹½ بجے تک	
۲	سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان	رپورٹ انجمن تشحیذ الاذہان	۹½ " ۱۰ "	
۳	چودہری فتح محمد صاحب طالبعلم اسلامیہ کالج لاہور	بعثت نبی کریم صلعم پر مخالفین کے اعتراض اور ان کے جواب	۱۰ " ۱۱ "	

جلسہ دوم بوقت شام ۲ بجے سے ۴ بجے تک

نمبر	نام لیکچرار	مضمون	وقت	
۱	ماسٹر محمد الدین صاحب طالبعلم علیگڑھ کالج	وفات مسیح	۲ بجے سے ۲½ بجے تک	
۲	میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ ہٰذا	شرک	۲½ " ۳½ "	
۳	پریذیڈنٹ	آخری تقریر	۳½ " ۴ "	

انجمن تشحیذ الاذہان کے ممبر۔۔۔ یہ ہیں

(۱) میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب - پریذیڈنٹ انجمن تشحیذ الاذہان و ایڈیٹر رسالہ تشحیذ الاذہان (۲)
حافظ عبد الرحیم صاحب سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان و مینیجر رسالہ (۳) چودہری عبد السلام صاحب محاسب انجمن (۴) منشی برکت علی صاحب
نائب سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان (۵) چودہری فتح محمد صاحب ممبر تشحیذ الاذہان (۶) شیخ تیمور صاحب ممبر
(۷) سید طفیل حسین صاحب ممبر تشحیذ الاذہان (۸) چودہری محمد ضیاء الدین صاحب ممبر تشحیذ الاذہان (۹) محب الرحمن صاحب
ممبر تشحیذ الاذہان (۱۰) عبد اللہ خان صاحب کوئٹہ ممبر تشحیذ الاذہان (۱۱) شیخ عبد الرحمن مصری ممبر تشحیذ الاذہان المشتہر
سب کمیٹی

أَيْنَ الْمِكْنَسُ لِأَقُمَّ الْقُمَامَةَ	جھاڑو کہاں ہو تا کہ میں کوڑا صاف کردوں
بَنَيْنَا مِصْطَبَةً لِلْجُلُوسِ	ہمنے ایک چبوترہ بیٹھنے کے لے بنایا ہے
ضَرَبْتُ الْكَلْبَ حَتَّى انْكَسَرَتْ يَدِي	میں نے کتے کو ایسا مارا کہ میرے ہاتھہ میں گٹے پڑ گئے
غَلِّقْ بَابًا	دروازہ بند کر
أَصْلِحْ رِجْلَ الْبَابِ	دروازہ کی چول درست کر
تَرْغُو الْإِبِلُ وَتَثْغُو الْغَنَمُ	اونٹ چلاتا ہے۔ اور بکری میں میں کرتی ہے
تَخُورُ الْبَقَرُ. يَنْعَقُ الْغُرَابُ	گائے اڑاتی ہے کوا کائیں کائیں کرتا ہے
يَنِقُّ الْفَأْرُ يَنْطِقُ الْإِنْسَانُ	چوہا چلچلاتا ہے۔ انسان بولتا ہے
يَزْأَرُ الْأَسَدُ يَنْبَحُ الْكَلْبُ	شیر چنگھارتا ہے۔ کتا بھونکتا ہے
يَدْعُوكُمْ رَجُلٌ	تمہیں کوئی آدمی بلاتا ہے
مَنِ الرَّجُلُ	کون شخص ہے
لَا أَعْلَمُ مَنْ هُوَ	میں اسے نہیں جانتا
اِسْتَفْسِرْهُ مَا اسْمُكَ وَمِنْ أَيْنَ جِئْتَ وَمَا أَمْرُكَ	اس سے پوچھ کہ تیرا نام کیا نام ہے۔ اور کہاں سے آیا ہے۔ اور کیا کام ہے
يَا سَيِّدِي إِنِّي سَائِلٌ شَيْئًا لِلّٰهِ	اے میرے سردار میں فقیر ہوں کچھ للہ دو
أَعْطُوهُ دِرْهَمَيْنِ	اس کو دو درم دو
آكُلُ الْخُبْزَ قَفَارًا	میں روکھی روٹی کھاتا ہوں
يَا سَيِّدِي مَا وَجَدْتُ أُدْمًا	اے میرے سردار مجھے سالن نہیں ملا
أَتَأْكُلُ الْخُبْزَ قَفَارًا	کیا تو روکھی روٹی کھاتا ہے
يَا زَيْدُ حَدِّثْنِي بِشَيْءٍ مِنْ أَخْبَارِكَ	اے زید کچھ اپنی خبروں میں سے مجھے بتا
وَأُطْرُوفَةً مِنْ أَسْفَارِكَ	اور اپنے سفروں کی عجائبات میں سے کچھ سنا

سَیِّدِی هَلْ أُحَدِّثُكَ بِشَیْءٍ
رَأَیْتُهُ عِیَانًا
أَوْ بِشَیْءٍ بَلَغَنِی مِنَ الْإِخْوَانِ
الَّذِیْنَ رَوَوْا إِیْمَانًا
یَا زَیْدُ لَیْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَایَنَةِ
وَإِنْ كَانَ الرَّاوِی أَحَدًا مِنْ
مُلُوْكِ الْبُلْدَانِ
سَیِّدِی وَمِمَّا رَأَیْتُ بِعَیْنِی
هٰذَا مَرْكَبٌ كَالسَّفِیْنَةِ یُسَمَّى
وَابُوْرَةً
وَإِنَّهُ یُحَاكِی الْحِمَارَ صَوْتًا وَالْفِیْلَ
صُوْرَةً
یَا زَیْدُ حَدِّثْنِی مِنْ بَعْضِ عَجَائِبِهِ
لَعَلِّی أَطَّلِعُ عَلَى غَرَائِبِهِ
سَیِّدِی إِنَّهُ مَرْكَبٌ یَسِیْرُ
فِی أُسْبُوْعٍ مَسِیْرَةَ شَهْرَیْنِ
وَهٰذَا أَمْرٌ رَأَیْتُهُ بِالْعَیْنِ
سَیِّدِی طَلَعَتِ الشَّمْسُ
إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ

میرے سردار کیا میں وہ بات بیان کروں - جو
میں نے بچشم خود دیکھی ہے
یا وہ بات جو بھائیوں سے مجھے پہونچی ہے انھوں
نے از روے ایمان کے روایت کیا
اے زید خبر معاینہ کے برابر نہیں ہو سکتی
اگرچہ روایت کرنے والا بادشاہوں
میں سے ہو
میرے سردار جن چیزوں کو میں نے آنکھ سے دیکھا
ہے ایک سواری ہے جس کو ریل کہتے ہیں
ریل کہتے ہیں
اور آواز میں گدھے سے مشابہ ہے اور
صورت میں ہاتھی سے
اے زید کچھ عجائبات اس کے میرے پاس بیان کر
تاکہ میں اس کے عجیب خواص پر مطلع ہو جاؤں
میرے سردار وہ ایک ہفتہ
میں دو مہینے کا سفر کر سکتی ہے
اور یہ وہ بات ہے جس کو میں نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا ہے
میرے سردار دوپہر
ہونے لگی

ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ ”جھوٹ ایک نہایت ہی بُری چیز ہے۔ جو کہ اپنے بولنے والیکو آخر کار نہایت ہی ذلیل کرواتا ہے۔ دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جبکہ اُن کے سامنے پیش ہوئے۔ تو وہ انکو اسطرح کہنے لگے۔ کہ بن یمین بھی چور ہے اور اسکا بھائی بھی چور تھا یہ دونوں۔۔ بھائی چوری کا پیشہ رکھتے ہیں اس وقت حضرت یوسف کے دل پر کیا گزری ہوگی۔ کہ یہ میرے ہی سامنے کس طرح طوطا چشمی سے جھوٹ بول رہے ہیں۔ اور اگر اس وقت حضرت یوسف کے بھائیوں کو معلوم ہو جاتا۔ کہ یہ جو سامنے کرسی پر بیٹھا ہوا ہم سے حال دریافت کر رہا ہے یہی یوسف ہے۔ تو اس وقت انپر کیا گزرتی وہ تمام جوش جو جھوٹ کے بولنے میں خرچ کیا جا رہا تھا۔ رہ جاتا۔ اور منہ دکھانے کے قابل نہ رہتے۔ پھر جسوقت حضرت یوسفؑ کے پاس وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہمارا ایسا اور بھی بھائی تھا۔ جسکو جنگل میں بھیڑیا اُٹھا کر لیگیا۔ اور نہیں معلوم کہ اس کا کیا انجام ہوا۔ اس وقت بھی اگر انکو حضرت یوسفؑ فرما دیتے۔ کہ نیکبختو میں تو زندہ موجود ہوں۔ اور خود تم نے بھی مجھکو فلاں کوئیں میں ڈالا تھا۔ اور اسطرح مجھ سے سلوک کر کے ایک قافلہ ولے کے ہاتھ بیچ دیا تھا۔ تو اس وقت ان کے بھائیوں کا کیا نہ رہ جاتا وہ اس وقت ضبط کر گئے۔ کیونکہ انبیاء کا یہ قاعدہ نہیں۔ کہ اس طرح کسی شخص سے سلوک کریں۔ دیکھو حضرت یوسفؑ کے قصہ سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ اور ہر طرح سے جھوٹ بولنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ خدا آخر خود مدد کرتا ہے۔

فرمایا کسی کی عیب جوئی نہ کرنی چاہیئے۔ اگر کوئی اندھا یا کانا ہو۔ یا لنگڑا ہو یا کسی کا منہ ٹیڑھا ہو۔ تو کبھی بھی انسان کو ہنسنا نہ چاہیئے۔ کیونکہ ایسا کرنے والا شخص پھر خود بھی آخر اسی میں پھنس جاتا ہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ ہنسی ایک اختیاری امر نہیں۔ لیکن پھر بھی ضبط کرنا چاہیئے۔ کیونکہ خدا کا حکم ہے۔ اسی لئے لڑکوں کو نماز میں پیچھے کھڑے ہونے کا حکم ہے۔ تاکہ ایسا نہ ہو۔ کہ کسی کی ہوا خارج ہونیپر یا کسی اور امر پر ہنس پڑیں۔ تو دوسروں کی نماز بھی خراب ہو۔ دیکھو کیسی نیکی ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت

عمر رضؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ کہ کسی کی ہوا خارج ہوگئی۔ اور بدبو کی وجہ سے اس کا پتہ لگ گیا۔ اب انہوں نے دیکھا۔ کہ ایسا نہ ہو۔ کہ وہ شخص شرم سے وضو نہ کرے یا ورگناہ کا مرتکب ہو جائے۔ نماز توڑ دی اور کہا کہ آؤ وضو دوبارہ ہم سب کریں۔ کیونکہ وضو تو وہی ہے دوسرے دفعہ وضو کرنے سے نوراً علیٰ نور ہو جائیگا اس سے یہ نہیں ثابت ہوا کہ ہمیشہ اسی طرح کیا جائے۔ بلکہ یہ ایک موقعہ تھا جو کہ کس خوش اسلوبی سے پورا کیا گیا۔

فرمایا کہ پارسیوں میں اہرمن دیو اصل میں بگڑ کر ہو گیا۔ (ان میں ایک خدا نیکی کا ہوتا ہے۔ دوسرا بدی کا ایک تو بدی پھیلاتا ہے۔ دوسرا نیکی اور لکھا ہے۔ کہ بدی پھیلانے والا آخر زمانہ میں مارا جائیگا۔ اس سے مراد مسیح کا زمانہ ہے۔) یہ اصل میں شیطان ہی ہے۔ ہمارے مذہب میں بھی تو شیطان کو ایک حد تک لوگوں پر تسلط دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ ان کو برے کام سکھلاتا ہے۔ اسی طرح اہرمن ہے اور وہ لوگ کبھی اہرمن کی قسم نہیں کھاتے بلکہ یزدان سے خدا کی قسم کھاتے ہیں۔ (جہاں غور و فکر سے کام لیا جائے۔ تو توحید خود بخود اپنا جلوہ دکھا دیتی ہے کوئی مذہب ایسا نہیں کہ جہاں توحید نہ ہو۔ پھر میں حیران ہوں۔ کہ لوگ کیوں خدا کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنائے پھرتے ہیں۔ عیسائیوں کو بھی مشکل آئی۔ تو انہوں نے دور از عقل عقیدہ ایک تین ہیں اور تین ایک گھڑ لیا۔ ہندؤں میں بھی پرمیشور آخر ایک ہی بنتا ہے۔ اور پارسی بھی اصل میں ایک کے ہی قائل ہیں۔ بات تو یہ ہے۔ کہ عقل کو اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب۔ ورنہ قبلہ تھا تر ارخ کافر و دیندار کا۔ محمود۔ توحید ہی ایک ایسا مسئلہ ہے جس نے اسلام کو کل دنیا کے مذاہب پر فوقیت دی ہے۔ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ وہی ایک ہے۔ جو سب نیک صفات کا جامع ہے۔ بس اس میں سب کمالات آجاتے ہیں۔

نمبر ۵ - مشفقی مکرمی اخویم - ۰ ۰ ۰ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ -

اس پُرآشوب وقت میں ایسے لوگ بہت تھوڑے ہوتے ہیں - کہ اللہ رسول کی تائید کیلئے اور غیرت دینی کے جوش سے اپنے مالوں میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں - اور ایک وہ بھی وقت تھا - کہ جانکا خرچ کرنا بھی بھاری نہ تھا - لیکن جیسا کہ ہرایک چیز پورانی ہوکر اس پر گردوغبار بیٹھ جاتا ہے - اب اسی طرح اکثر دلوں پر دنیا کا گرد بیٹھا ہوا ہے - خدا اس گرد کو اٹھا دے - خدا اس ظلمت کو دور کرے دنیا بہت ہی بیوفا - اور انسان بہت ہی بے بنیاد ہے - مگر غفلت کی سخت تاریکیوں نے اکثر لوگوں کو اصلیت کے سمجھنے سے روک رکھا ہے - اور چونکہ ہرایک عسر کے بعد یسر اور ہرایک جذر کے بعد مد اور ہرایک رات کے بعد دن بھی ہے اسلئے تفضلات الٰہیہ آخر فرومانده بندوں کی خبر لے لیتی ہیں - سو خداوند کریم سے بھی تمنا ہے - کہ اپنے عاجز بندوں کی کامل طور پر دستگیری کرے - اور جیسے انہوں نے اپنے گزشتہ زمانہ میں طرح طرح کے زخم اُٹھائے ہیں - ویسے ہی انکو مرہم عطا فرما دے - ایسا انکو ذلیل اور رسوا کرے جنہوں نے نور کو تاریکی اور تاریکی کو نور سمجھ لیا ہے - اور جن کی شوخی حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے - اور نیز ان لوگوں کو بھی نادم اور منفعل کرے - جنہوں نے حضرت احدیت کی توجہ کو جو عین اپنے وقت پر ہوئی غنیمت نہیں سمجھا - اور اسکا شکر ادا نہیں کیا - بلکہ جاہلوں کی طرح شک میں پڑ گئے - سو اگر اس عاجز کی فریادیں رب العرش تک پہنچ گئی ہیں - تو وہ زمانہ کچھ دور نہیں ہے - جو نور محمدی اس زمانہ کے اندھوں پر ظاہر ہو - اور الٰہی طاقتیں اپنے عجائبات دکھلا دیں - اس عاجز کے صادق دوستوں کی تعداد ابھی تین چار سے زیادہ نہیں جنمیں سے ایک قریب ہیں - اور باقی لاپرواہیں - بلکہ اکثروں کے حالات ایسے معلوم ہوتے ہیں - کہ وہ اپنی تیرہ باطنی کے باعث سے اس کارخانہ کو کسی مکر اور فریب پر مبنی سمجھتے ہیں - اور اسکا مقصود اصلی دنیا ہی قرار دیتے ہیں - چونکہ خود جیفہ دنیا میں گرفتار ہیں - اسلئے اپنے حال پر قیاس کر لیتے ہیں -

سوانکی روگردانی بھی خداوند کریم کی حکمت سے خالی نہیں۔ اسمیں بھی بہت سی حکمتیں ہیں۔ جو پیچھے سے ظاہر ہونگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ مگر اپنے دوستونکی نسبت اس عاجز کی یہ دعا ہے۔ کہ انکو صدق کا اجر بخشے اور انکو اپنی استقامت مین بھی بہت مضبوط کرے۔ چونکہ ہر طرف ایک زہرناک ہوا چل رہی ہے۔ اسلئے صادقونکو کسی قدر غم اٹھانا پڑیگا۔ اور اس غم مین ان کے لئے بہت اجر ہیں۔

۹ر فروری ۱۸۹۳ء مطابق ۲۰ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ

نمبر ۶۔ عمل وہی معتبر ہے۔ جسکا خاتمہ بالخیر ہو۔ اور صدق اور وفاداری سے انجام پذیر ہو۔ اور اس پُر فتنہ زمانہ مین اخیر تک صدق اور وفا کو پہونچانا۔ اور بد باطن لوگونکے وساوس سے متاثر نہونا سخت مشکل ہے۔ اور اسلئے خداوند کریم سے التجا ہے۔ کہ اس عاجز کے دوستونکو جو ابھی تین چار سے زیادہ نہیں آپ سکینت اور تسلی بخشے۔ زمانہ نہایت پُر آشوب ہے۔ اور فریبون اور مکاریون کے افتراؤن نے بدظنیون اور بدگمانیون کو افراط تک پہونچا دیا ہے۔ ایسے زمانہ میں صداقت کی روشنی ایک نئی بات ہے۔ اور اس پر وہی قائم رہ سکتا ہے جنکے دلونکو خداوند کریم آپ مضبوط کر دے۔ اور چونکہ خداوند کریم کی بشارتونمین تبدیلی نہیں اسلئے امید ہے۔ کہ وہ اس ظلمت مین سے بہت نورانی دل پیدا کرکے دکھلاویگا۔ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ فقط

۱۷ر فروری ۱۸۹۳ء ۸ ربیع الثانی ۱۳۱۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ و نصلی

نمبر ۷ مکرمی اخویم قاضی ضیاء الدین صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپکا پُر درد و غم خط مجھکو ملا۔ آپ صبر کرین۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کے صابر شاکر بندے صبر کرتے رہے ہیں۔ خدا تعالےٰ ان غمونسے اور ان پریشانیونسے نجات دیگا۔ اور درود شریف بہت پڑھین۔ تا اس کے برکات آپ پر نازل ہوں۔ انشاء اللہ مجھ میں نے مطلع

منگوایا ہے۔ اس میں رسالہ دافع الوساوس چھپے گا۔ اور انشاءاللہ تعالیٰ اعنقریب چھپنا شروع ہو جائیگا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔ اور اگر طبیعت پریشان ہے تو چند ماہ کے لئے میرے پاس آجائیں زیادہ خیریت ہے۔ والسلام

خاکسار غلام احمد از قادیان ۲۵ ؍ جون ۹۲ء سنہ ۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی

مخدومی مکرمی اخویم سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کی خواب انشاءاللہ تعالیٰ نہایت مطابق واقعہ اور درست معلوم ہوتی ہے۔ اور تعبیر صحیح ہے۔ جن لوگوں کو تاویل رویا کا علم نہیں انکو ان تعبیرات میں کچھ تکلف معلوم ہوگا۔ مگر صاحب تجربہ خوب جانتا ہے۔ کہ رویا کے بارے میں اکثر عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے۔ کہ حقیقت کو ایسے ایسے پیرایوں اور تمثلات میں بیان فرماتا ہے۔ مسلم رضؓ نے انس رضؓ سے روایت کی ہے۔ کہ ایک مرتبہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ خواب دیکھی۔ کہ عقبہ بن رافع کے گھر۔ جو کہ ایک صحابی تھا آپ تشریف رکھتے تھے۔ اسی جگہ ایک شخص طبق رطب ابن طاب کا لایا اور صحابہؓ کو دیا۔ اور رطب ابن طاب ایک خرما کا قسم ہے۔ کہ جسکو ابن طاب نام ایک شخص نے پہلے پہل کہیں سے لاکر اپنے باغ میں لگایا تھا۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی تعبیر کی کہ دنیا و آخرت میں صحابہ کی عاقبت بخیر و رفعت ہے۔ اور حلاوت ایمان سے وہ خوش حال اور متمتع ہیں۔ سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ کے نام سے عاقبت کا نام نکالا۔ اور رافع خدا کا نام ہے۔ اس سے رفعت سمجھ لی اور خرما کی حلاوت سے حلاوت ایمان کی اور ابن طاب میں طاب کا لفظ ہے جسکے معنے ہیں خوشحال ہوا۔ پس اس سے خوشحال ہونیکی بشارت سمجھ لی غرض تعبیر رویا میں ایسی تاویل واقعی اور صحیح ہے۔ آپکے خواب کی بہت عمدہ بشارت ہے۔ محافظ دفتر کے لفظ سے یاد آتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ اس عاجز نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک عالیشان حاکم یا بادشاہ کا ایک جگہ خیمہ لگا ہوا ہے۔ اور لوگوں کے مقدمات فیصل ہو رہے ہیں

اور ایسا معلوم ہوا - کہ بادشاہ کی طرف سے یہ عاجز محافظ دفتر کا عہدہ رکھتا ہے
اور جیسے دفتروںمیں مسلیں ہوتی ہیں - بہت سی مسلیں پڑی ہوئی ہیں - اور اس
عاجز کے تحت میں ایک شخص نائب محافظ دفتر کیطرح ہے - اتنے میں
ایک آدمی دوڑا آیا - کہ مسلمانوں کی مسل پیش ہونیکا حکم ہے - وہ جلد نکالو - پس یہ
رویا بھی دلالت کر رہا ہے - کہ عنایات الٰہیہ مسلمانوں کی اصلاح اور ترقی کیطرف متوجہ
ہیں - اور یقین کامل ہے ؟ اور توکل کو جو مسلمانوں کو فراموش ہوگئی ہیں پھر خداوند
کریم یاد دلائیگا - اور بہتوں کو اپنی خاص برکات سے متمتع کریگا - کہ ہر ایک برکت
ظاہری اور باطنی اسی کے ہاتھ میں ہے - اس عاجز نے پہلے لکھدیا تھا - کہ آپ
اپنے تمام اوزار معمولہ کو بدستور لازم اوقات رکھیں صرف ایسے طریقوں سے
پرہیز چاہئے - جنمیں کسی نوع کا شرک یا بدعت ہو - پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے
اشراق پر مداومت ثابت نہیں تہجد کے فوت ہونے پر یا سفر سے واپس آکر
پڑھنا ثابت ہے - لیکن تعبد میں کوشش کرنا - اور کریم کے دروازہ پر پڑے
رہنا - عین سنت ہے - واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون -

بخدمت مولوی عبدالقادر صاحب

نمبر ۲ - بعد سلام مسنون عرض یہ ہے - کہ جو کچھ آپ نے
سمجھا ہے - نہایت بہتر ہے - دنیا میں دعا جیسی کوئی چیز نہیں ہے
الدعاء مخ العبادۃ - یہ عاجز اپنی زندگی کا مقصد یہی سمجھتا ہے - کہ
اپنے عزیزوں اور دوستوں کے لئے ایسی دعائیں کرنیکا وقت پاتا رہے - کہ
جو رب العرش تک پہونچ جائیں - اور دل تو ہمیشہ تڑپتا ہے - کہ ایسا وقت
ہمیشہ میسر آجایا کرے - مگر یہ بات اپنے اختیار میں نہیں ہے - سو اگر
خداوند کریم چاہیگا - تو یہ عاجز آپ کے لئے دعا کرتا رہیگا - یہ عاجز خوب
جانتا ہے - کہ سچا تعلق وہی ہے - جسمیں سرگرمی سے دعا ہے - مثلاً
ایک شخص کسی بزرگ کا مرید ہے - مگر اس بزرگ کے دل میں اسکی

اور وہ مہدی بندہ خدا غار سرمن رائے میں ایسا غائب ہوا ہے۔ کہ
ہزار سال سے زیادہ گزرنے لگا ہے۔ کہ ابھی نہ وہ خود باہر قدم رکھتا ہے
اور نہ یہ کرتا ہے۔ کہ اپنے کسی نائب یا نقیب ہی کے پاس وہ قرآن
مجید بھیجدے۔

شاید بقول شیعہ غاصبان خلافت کی ذریت کا خوف ابھی آپ کو بذات
خود باہر آنے یا قرآن مجید نکالنے کی تاب نہیں لانے دیتا۔ غرضکہ قرآن مجید
سے تو یون ہاتھ دہوئے اب رہے۔ وہ نشان جو کہ آنحصرت کی پیشگویون
کے مطابق اور انحصرت کے جانشینونکے خرق عادت اور بے مثل
کامیابی کی صورت میں پائے گئے تھے۔ تو انپر یون پانی پھیر دیا۔ کہ نعوذ باللہ۔
انحصرت کی ۲۳ سالہ بے حد کوشش کا بھی نتیجہ بتاتے ہیں۔ کہ چند اشخاص
مسلمان ہوئے تھے۔ کہ جنکی تعداد اکائیون سے زیادہ دہاکھون سے تجاوز نہین
کرتی۔ اور وہ بھی نہایت درجہ کے ضعف اور کمزور اور تقیہ باز یعنی ضروری امر
سے ضروری امر میں بزدل چنانچہ ان کی نہج البلاغہ کتاب میں چونکہ حضرت علی
کے خطبات کا مجموعہ ہے۔ حضرت اپنے ایک خطبہ میں اپنے شیعہ کو یہ
خطاب فرماتے ہیں۔

ایها الشاهد ابدانهم الغائبة عنهم عقولهم المختلفة
اهواءهم المبتلی بهم امرائهم صاحبکم یطیع الله وانتم
تعصونه وصاحب اهل الشام یعصی الله وهم یطیعونه لو
ددت والله ان معاویة صارفنی بکم صرف الدینار والدرهم فا
خذ منی عشرة منکم واعطانی رجلا منهم یا اهل الکوفة
منیت منکم بثلث واثنتین صم ذوو اسماع وبکم
ذوو کلام وعمی ذوو ابصار لا احرار صدق عند اللقاء
ولا اخوان ثقة عند البلاء تربت ایدیکم یا

اشباه الابل غاب عنہاء عاتھا کلما جمعت من جانب اخر والله لکانی بکم فیما اخال ان لوحمل لوعی وحمن الغراب قد انفرجتم عن کابن ابی طالب انفراج المراة عن قبلھا (۳۱ ورق) وتعلموا القرآن فانه احسن الحدیث وتفقھوا فیه فانه ربیع القلوب راستشقوا بنوره فانه شفاء الصدور راحسنوا تلاوته فانه انفع القصص (۳۷ ورق) فلو انتمتت احد کم علی قعب لخشیت ان یذھب بعلاقته الیھم انی قد مللتھم وملونی وسمتھم وسمونی فابدلنی بھم خیرا منھم وامدلھم بی شرا منی الھم مت قلابھم کما یماث الملح فی الماء اما والله لودرت ان لی بکم الف فارس بن (۱۱ ورق) لکنی استفت اذا سفوا وطرب اواطاروا (۶ ورق) -

پھر بقول ان کے ان سب کے رئیس حضرت علی ایسے بہادر کہ ان کے بیٹے نے تو یہ جوانمردی دکھائی کہ ایک غاصب ظالم کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور جان دیدی پر آپنے باوجو اسداللہ الغالب ہونے کے تین ظالمون غاصبون کی سالہاسال اطاعت کی اوران کے پیچھے نمازین پڑھتے رہے - یہ تو ان کا حال ہے - جو آنحضرت کی سعی سے مسلمان ہوئے پر جو منافق آپ کے ساتھ ہوئے ان کی تعداد ایک لاکھ اور کئی ہزار سے زیادہ تھی - اور بہادر بھی ایسے کہ جنہون نے آنحضرت کو اپنے سچے جانشین اور وصی کے حق میں وصیت تک بھی نہ کرنے دی -